ماہنامہ

المعصوم

کراچی

ستمبر ۱۹۹۰ء

حسب الارشاد

حضور خواجہ خواجگان امیرِ شریعت شہباز طریقت ثانی زریں زر بخت شہنشاہ نقشبند مبلغِ عالم اسلام داعی ذکر با الجہر قبلہ عالم حضرت الحاج **خواجہ محمد معصوم** صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین دربار عالیہ نقشبندیہ مجددیہ لوابیہ معصومیہ موہری شریف تحصیل کھاریاں (گجرات)

حضور کی خصوصی نگاہِ کرم کا صدقہ کراچی شہر میں ماشاء اللہ ہر روز سلسلۂ عالیہ کا ختم خواجگان و حلقہ ذکر حسبِ ذیل مقامات پر باقاعدگی سے زیرِ قیادت حضرت صوفی **محمد اسلام خان لودھی** (خلیفہ مجاز، کراچی) منعقد ہوتی ہے

لہٰذا تمام حلقہ اپنے قریب ترین مقامات پر جاکر محافل پاک میں شریک ہوکر ثوابِ دارین حاصل کریں۔

ماہ ستمبر کے پروگرام

تاریخ	بروز	مقامِ محفل
یکم ستمبر ۱۹۹۰	ہفتہ	محترم عبدالحمید گھانچی سینٹر، نزد گھانچی جماعت خانہ
۲ "	اتوار	محترم محمد اکرم نزد بغدادی مسجد تین ہٹی کراچی
۳ "	پیر	محترم محمد ہاشم گھانچی گلی نمبر ۲، جناح آباد نمبر ۲ فون ۳۴۸۸۸۷
۴ "	منگل	محترم صوفی عبدالقدیر المعصوم مری ہوٹل شیر شاہ
۵ "	بدھ	محترم حاجی محمد عمر قاسمانی و حاجی محمد یوسف قاسمانی بلوچ بلڈنگ لسبیلہ
۶ "	جمعرات	محترم محمد اسلم (پی آئی اے) گلی نمبر ۹ جناح آباد نمبر ۲
۷ "	جمعہ	محترم ڈاکٹر عبدالستار مرحوم کے ایم سی کوارٹر نمبر ۷ یعقوب خان روڈ
۸ " سے ۱۲	ہفتہ سے بدھ	لاہور میں داتا گنج بخش کے عرس میں حلقہ کراچی کی شرکت کی وجہ سے محافل نہیں ہوں گی،
۱۳ "	جمعرات	محترم کریم اللہ قریشی موسے نگر نزد خلافت چوک پاپوش نگر
۱۴ "	جمعہ	محترم ڈاکٹر عبدالستار مرحوم، کے ایم سی کوارٹر نمبر ۷ تھانہ راجہ مینشن
۱۵ "	ہفتہ	محترم صوفی عبدالغفور الفلاح سوسائٹی ملیر ہالٹ
۱۶ "	اتوار	محترم محمد شعیب نزد بغدادی مسجد تین ہٹی کراچی
۱۷ "	پیر	محترم محمد ہاشم گھانچی اللہ ہو منزل گلی نمبر ۲ جناح آباد نمبر ۲
۱۸ ستمبر	منگل	محترم صوفی محمد شریف نزد المعصوم مری ہوٹل شیر شاہ
۱۹ "	بدھ	محترم محمد صادق معصومی بفر زون نارتھ کراچی
۲۰ "	جمعرات	محترم محمد خورشید غوری موسے کالونی
۲۱ "	جمعہ	محترم ڈاکٹر عبدالستار مرحوم کے ایم سی کوارٹر نمبر ۷ نزد تھانہ راجہ مینشن
۲۲ "	ہفتہ	محترم محمد علیم حبیب بنک نزد ڈی سی آفس کراچی
۲۳ "	اتوار	محترم صوفی محمد رفیق، محمد عاشق علی نزد بغدادی مسجد تین ہٹی
۲۴ "	پیر	محترم محمد ہاشم گھانچی اللہ ہو منزل گلی نمبر ۲ جناح آباد نمبر ۲
۲۵ "	منگل	محترم عبدالقیوم خان مکان نمبر ۲۳۵ اے سیکٹر ۱۱ ای نزد اللہ ہو چوک نارتھ کراچی
۲۶ "	بدھ	محترم احمد علی احمد منزل گلی نمبر ۱۳ جناح آباد نمبر ۲
۲۷ "	جمعرات	محترم صوفی محمد عباس پنجابی کلب کھارادر کراچی
۲۸ "	جمعہ	محترم ڈاکٹر عبدالستار مرحوم کے ایم سی کوارٹر نمبر ۷ نزد تھانہ راجہ مینشن
۲۹ "	ہفتہ	محترم راجہ رب نواز کیانی و آدم علی بلاک نمبر ۸ اکیماڑی
۳۰ "	اتوار	محترم شوکت ایم سلیم ۹ کلیفٹن روڈ کراچی

marfat.com

ماہنامہ
المعصوم
کراچی
ستمبر ۱۹۹۰ء صفر المظفر ۱۴۱۱ھ

بفیضان کرم } خواجہ خواجگان عالمی مبلغ اسلام، تاجدار تصوف
حضرت الحاج خواجہ محمد معصوم صاحب مدظلہ العالی

زیرِ سرپرستی: حضرت الحاج صاحبزادہ محمد حفیظ الرحمٰن معصومی
دربارِ عالیہ موہری شریف

جلد ① شمارہ ② قیمت : ۸ روپے

زرِ سالانہ :
پاکستان ———— ۱۰۰/- روپے
ایران، عراق، کویت، یو اے ای، سعودی عرب، انڈیا ۲۴۰/- روپے
تمام یورپی اور افریقی ممالک —— ۳۰۰/- روپے
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا —— ۳۲۰/- روپے

اس شمارے میں

اداریہ		۶
حمد	صبیح رحمانی	۷
نعت	زخمی بیگوسرائی، صالحہ کوثر	۸
ذکرِ الٰہی	مرتب: زاہد ملک	۹
علم القرآن ترجمہ وتفسیر	مرتب: سید قاسم محمود	۱۱
قرآن حکیم اور ہماری زندگی	حکیم محمد سعید	۱۳
امامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ	پروفیسر ضیاء الحق فاروقی	۱۵
حضرت داتا گنج بخش ہجویریؒ	ادارہ	۱۹
حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ	ادارہ	۲۳
حضرت امام احمد رضا خانؒ	ادارہ	۲۴
عرس مبارک حضرت شاہ جمال اللہؒ	ادارہ	۲۹
اصلاح معاشرہ کا طریقہ	ناصر الدین	۳۱
ستمبر ۶۵ء کے ۱۷ دن	فاطمہ ثریا بجیا	۳۸
قائد اعظم کی وفات	ضیاء شاہد	۴۲
معجون مرض گناہ		۴۳
سوشل راؤنڈ اپ	عابد حسین صدیقی	۴۷
نظمیں غزلیں		۴۸
آپ کے خطوط		۵۰
اسلامی معلومات		

خط وکتابت
ماہنامہ المعصوم
پوسٹ بکس نمبر ۵۸۶ کراچی

خط وکتابت : المعصوم منزل۔ اسٹریٹ ۳ جناح آباد ۲ صدیق وہاب روڈ۔ نزد اسپنسرز آئی ہسپتال۔ کراچی

ایڈیٹر، پبلشر و پرنٹر محمد شفیع نے شفیع برادرز پرنٹرز، ۸۳-۸۲ ہاکی اسٹیڈیم کراچی سے چھپوا کر ۴۔ نور بیگم منزل۔ نور الٰہی روڈ، لیاری کراچی سے شائع کیا۔

⊛ نگران :
صوفی محمد اسلام خان لودھی
خلیفہ مجاز کراچی۔ دربار عالیہ موہری شریف

⊛ مدیر :
محمد شفیع

⊛ نائب مدیر :
عابد حسین صدیقی
محمد حنیف
ایم۔ ایم۔ عالم

⊛ بزنس منیجر :
محمد ہاشم گھانچی

⊛ سرکولیشن :
محمد اسلم

⊛ اشاعت :
احمد صالح محمد

⊛ قانونی مشیر
سید خضر عسکر زیدی (ایڈوکیٹ)

⊛ مشیر انکم ٹیکس :
یونس عبداللہ اینڈ کمپنی

marfat.com

ماہنامہ **المعصوم** کراچی ع آپ کے شہر میں مندرجہ ذیل ڈسٹری بیوٹرز کے تعاون سے پہنچتا ہے،

شہر	ڈسٹری بیوٹرز	شہر	ڈسٹری بیوٹرز
کراچی	محمد حسین اینڈ برادرز فرنٹیر مارکیٹ	ساہیوال	زمیندار نیوز ایجنسی
حیدرآباد	مہران نیوز ایجنسی، الیوسف چیمبرز اسٹیشن روڈ	وہاڑی	وہاڑی نیوز ایجنسی
لاہور	سلطان نیوز ایجنسی، اخبار مارکیٹ	وزیرآباد	شیخ عبدالحق صاحب ریلوے بک سٹال
راولپنڈی	رحمٰن کمپنی	تربت	پاک نیوز ایجنسی
ملتان	ملک نیوز ایجنسی، عظمت واسطی روڈ	کوہاٹ	عزیز نیوز ایجنسی
فیصل آباد	جاپان بک سٹال چوک گھنٹہ گھر	لیہ	ایم رشید، ایم نثار
سیالکوٹ	ملک اینڈ سنز ریلوے روڈ	ٹوبہ ٹیک سنگھ	ایم صابر، ایم نعیم
پشاور	رحمان نیوز ایجنسی جنگی اسٹریٹ	جھنگ	شیخ محمد حسین صاحب (صدر)
کوٹری	ریلوے بک سٹال	خانیوال	اختر علی صاحب ریلوے بک سٹال
بہاولپور	کیپٹل نیوز ایجنسی، شاہی بازار	ڈیرہ غازیخان	کالج کتاب گھر نیو کالج روڈ
سرگودھا	پاکستان اسٹینڈرڈ بک سٹال	اوکاڑہ	فردوس نیوز ایجنسی
میانوالی	نیازی نیوز ایجنسی	پاک پتن	کیپٹل نیوز ایجنسی بس اسٹاپ
خانپور	چوہدری بشیر امانت علی اینڈ برادرز	بورے والا	طاہر نیوز ایجنسی
رحیم یار خان	چوہدری امانت علی اینڈ سنز	کہروڑ پکا	اقبال نیوز ایجنسی
نواب شاہ	ریلوے بک سٹال	لالہ موسیٰ	شاہین نیوز ایجنسی، مین بازار
گوجرانوالہ	اقبال پرویز نیوز ایجنسی	مدرسہ منڈی	اکمل نیوز ایجنسی
لاڑکانہ	پاکستان بک ڈپو	بہاولنگر	پاک نیوز ایجنسی
جہلم	بٹ نیوز ایجنسی	حاصل پور	اسلام الدین نیوز پیپر ایجنٹ
روہڑی	شیخ ممتاز حسن صاحب ریلوے بک سٹال	حاصل پور	شمس الدین نیوز پیپر ایجنٹ
عارف والا	اخبار گھر	چشتیاں	شیخ محمد سعید نیوز پیپر ایجنٹ
گجرات	سعید بک سٹال سرکلر روڈ	چشتیاں	شیخ عبدالقیوم نیوز پیپرز ایجنٹ
کوئٹہ	ایم ایم ٹریڈرز کبیر بلڈنگ جناح روڈ	ہارون آباد	محمد حنیف نیوز پیپر ایجنٹ
صادق آباد	چوہدری برادرز	ڈھیرانوالہ	حافظ عبدالغنی نیوز پیپر ایجنٹ

پرچہ نہ ملنے پر براہ راست ہمیں خط لکھیں،

سرکولیشن منیجر

ماہنامہ **المعصوم** پوسٹ بکس نمبر ۵۸۶ کراچی۔

marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

اداریہ

ستمبر کا شمارہ پیش خدمت ہے ،

ماہِ رواں جہاں ہمیں بانیٔ پاکستان قائدِ اعظم محمد علی جناح رح سے جدائی کے احساس سے رنجیدہ کر دیتا ہے ، وہیں پاک افواج کے کارناموں سے ہمارا سر فخر سے بلند کر دیتا ہے کہ جب ستمبر ۱۹۶۵ء میں ہماری مسلح افواج نے بہادری اور شجاعت کے وہ جوہر دکھائے کہ تمام دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔ شہادت کے جذبے سے سرشار نوجوانوں نے اپنی جانیں وطن کی آن پر قربان کرتے ہوئے دشمن کے ناپاک عزائم خاک میں ملا دیئے ۔ اسی ماہ برصغیر پاک و ہند کی اُن چند روحانی ہستیاں اور اولیائے اکرام کے عرس مبارک بھی منائے جا رہے ہیں۔ جن کی کاوشوں سے برصغیر میں اسلام کی شمع روشن ہوئی اور لاکھوں گمراہ انسانوں کو راہ مستقیم پر گامزن کیا ۔

اس پرچے میں ہم نے ان تمام موضوعات پر اپنی دانست میں بہترین اور خوبصورت تحریروں کا انتخاب کیا ہے ۔ اس کے علاوہ رام پور شریف (بھارت) میں منعقدہ حضرت شاہ جمال اللہ قدس سرہٗ کا دوسو دوسالہ عرس پاک کی ۵ روزہ تقریبات کا مختصرہ احوال ، ذکرِ الٰہی پر حکیم محمد سعید کا تفصیلی و مدلل مضمون اور قرآن حکیم سے سورۃ البقرہ کی چند آیتوں کا ترجمہ و تفسیر اس شمارے میں شامل ہے ۔ کراچی راؤنڈ اپ کا احاطہ وسیع کر کے ہم نے اس کا نام سوشل راؤنڈ اپ رکھ دیا ہے تاکہ کراچی سمیت مختلف شہروں ، جگہوں پر ہونے والی روحانی ، ادبی ، سماجی سرگرمیاں اس میں شامل کی جا سکیں ۔ یہ سب تحریریں آپ کو کیسی لگیں ، آپ کی آراء کے منتظر رہیں گے ۔

’المعصوم‘ آپ کا اپنا پرچہ ہے ۔ ہماری خواہش ہے کہ آپ کی زیادہ سے زیادہ تحریریں اس پرچہ کی زینت بنیں ۔ لہٰذا مختلف کتابوں سے مضامین ، اقتباسات بحوالہ سیاق و سباق ہمیں روانہ کیجیے ۔ ہم اس کی نوک پلک سنوار کر ضرور شائع کرنے کا اہتمام کریں گے ۔

مدیر

marfat.com

حمد باری تعالیٰ

صبیح رحمانی

حمد و ثنا سے بھی کہیں اعلیٰ ہے تیری ذات
انسان کیا بیان کرے تیری کُل صِفات

دل ہیشردہ ہزار زمانوں کو کیا کہے؟
اک لفظِ کُن سے وضع کیے تُو نے شش جہات

ہر برگِ گل میں تو نے سموئی الُوہیت
انسان کیسے سمجھے بھلا رنگِ درسیات

تیرا عطا کیا ہوا ہر دُکھ بھی اے کریم
واللہ اہلِ عشق کو ہے جانِ محسِنات

قطروں میں بحرِ نور مسلسل ہے موجزن
ذرّوں کے قلبِ مشعلِ روح تجلّیات

ذی روح رزق پاتے ہیں سینے میں سنگ کے
خود مشکلات ہیں ہمہ تن حلِ مشکلات

حق بندگی کا کیسے ادا ہو صبیح سے
انسان سے ماورا ہے ترا حُسن التفات

marfat.com

رسول مقبول ﷺ

نعت

مجھے نسبت محمدؐ سے، مجھے دنیا سے کیا مطلب
مجھے ہے عشق احمدؐ سے مجھے دنیا سے کیا مطلب

محمدؐ رحمتِ عالم ، محمدؐ فطرت عالم
ہر اک دل کی تمنا ہیں محمدؐ حسرتِ عالم

ہمیں کس طرح جینا ہے محمدؐ ہی نے سمجھایا
پیامِ زیست دنیا ہے محمدؐ ہی نے سمجھایا

محمدؐ پر خدا کی رحمتیں برسیں قیامت تک
مخالف آپؐ کے پچھتائیں اور ترسیں قیامت تک

کسوٹی ہے عمل، عشقِ محمدؐ کا تقاضا ہے
مسلمان بن کے دکھلائیں محبت کا جو دعویٰ ہے

ہماری زندگی میں شر نے کیا ہلچل مچائی ہے
وہی اس سے بچے گا جس کی احمدؐ تک رسائی ہے

تمہارے دل میں کوثرؔ روشنی ہے عشق احمدؐ کی
مبارک ہو مقدر میں شفاعت ہے محمدؐ کی

صالحہ کوثر

زخمی بیگوسرائی

زباں پہ نام ہو ان کا جو دل میں ان کی الفت ہو
محمد مصطفیٰ صل علیٰ کا ورد عادت ہو

درود اُن پر سلام ان پر ہمیشہ بھیجتے رہنا
سکونِ قلب ہو اور باعث تسکین و راحت ہو

عطا اُن کو کی اللہ نے نبیوں کی سرداری
نبی کوئی نہیں آئے ملی جن کو یہ رفعت ہو

بشر جن و ملائک پر خلافت ان کی کیا کہنے
سبھی خوش ہوں، خدا بھی خوش اگر ایسی خلافت ہو

تصوّر میں سبھوں کے سامنے وہ آ نہیں سکتے
دکھاتے ان کو اپنا جلوہ جن کو اُن سے الفت ہو

نہیں ہو فکر عقبیٰ کا، نہ غم ہو مجھ کو دنیا کا
مرے سر پہ جو محبوب خدا کا دستِ شفقت ہو

نہیں غافل رہوں میں غرق ہو کر بحرِ عصیاں میں
زباں پہ ذکر ہو ان کا جو اک لمحہ بھی فرصت ہو

اگر بدعت ہے ان کو بھیجنا تحفہ درودوں کا
تو یہ بتلائے کوئی، کس طرح اظہار الفت ہو

دعا یہ زخمیؔ غاصی کی ہے یا ہادی و وارث
زباں پر نام ہو تیرا اور ان کا وقت رحلت ہو

marfat.com

احکامِ الٰہی کی روشنی میں

مزید حوالے

البقرہ: ۲۰۳ — النساء: ۱۰۳ — الکہف: ۲۴
الشعراء: ۲۲۷ — الاحزاب: ۲۱-۳۵ — المزمل: ۸

ذکرِ الٰہی

ذکرِ الٰہی کے بارے میں قرآنِ پاک میں مختلف جگہوں پر جتنی آیات کا نزول ہوا، اُن کو زاہد ملک نے یکجا کیا ہے، اُن آیات کا ترجمہ اس صفحے میں پیش کیا جا رہا ہے تاکہ قارئین زیادہ سے زیادہ مستفید ہو سکیں۔

سو تم مجھے یاد کیا کرو میں تمہیں یاد کیا کروں گا اور میرا احسان مانتے رہنا اور ناشکری نہ کرنا ○

— سورۃ البقرہ آیت ۱۵۲ —

جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) خدا کو یاد کرتے اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے (اور کہتے) ہیں کہ اے پروردگار تو نے اس (مخلوق) کو بے فائدہ نہیں پیدا کیا. تو پاک ہے. تو (قیامت کے دن) ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچائیو ○

— سورۃ آلِ عمران آیت ۱۹۱ —

اور اپنے پروردگار کو دل ہی دل میں عاجزی اور خوف سے اور پست آواز سے صبح و شام یاد کرتے رہو اور (دیکھنا) غافل نہ ہونا ○

— سورۃ الاعراف آیت ۲۰۵ —

(یعنی) جو لوگ ایمان لاتے اور جن کے دل یادِ خدا سے آرام پاتے ہیں (اُن کو) اور سُن رکھو کہ خدا کی یاد سے دل آرام پاتے ہیں ○

— سورۃ الرعد آیت ۲۸ —

(اے محمد) یہ کتاب جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے اس کو پڑھا کرو اور نماز کے پابند رہو. کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی اور بُری باتوں سے روکتی ہے. اور خدا کا ذکر بڑا (اچھا کام) ہے. اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اسے جانتا ہے ○

— سورۃ العنکبوت آیت ۴۵ —

اے اہلِ ایمان خدا کا بہت ذکر کیا کرو ○
اور صبح اور شام اُس کی پاکی بیان کرتے رہو ○

— سورۃ الاحزاب آیت ۴۱، ۴۲ —

کیا ابھی تک مومنوں کیلئے اس کا وقت نہیں آیا کہ خدا کی یاد کرنے کے وقت اور (قرآن) جو (خدائے) برحق (کی طرف) سے نازل ہوا ہے اسکے سننے کے وقت انکے دل نرم ہو جائیں اور وہ اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنکو اُنسے پہلے کتابیں دی گئی تھیں پھر اُن پر زمان طویل گزر گیا تو انکے دل سخت ہو گئے. اور اُن میں سے اکثر نافرمان ہیں ○

— سورۃ الحدید آیت ۱۶ —

مومنو! جب جمعے کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو خدا کی یاد (یعنی نماز) کے لئے جلدی کرو اور (خرید و) فروخت ترک کر دو. اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے ○
پھر جب نماز ہو چکے تو اپنی اپنی راہ لو اور خدا کا فضل تلاش کرو اور خدا کو بہت بہت یاد کرتے رہو تاکہ نجات پاؤ ○

— سورۃ الجمعہ آیت ۹، ۱۰ —

مومنو! تمہارا مال اور اولاد تم کو خدا کی یاد سے غافل نہ کرے اور جو ایسا کرے گا تو وہ لوگ خسارہ اُٹھانے والے ہیں ○

— سورۃ المنافقون آیت ۹ —

اور صبح و شام اپنے پروردگار کا نام لیتے رہو ○
اور رات کو بڑی رات تک اُس کے آگے سجدے کرو اور اُس کی پاکی بیان کرتے رہو ○

— سورۃ الدھر آیت ۲۵، ۲۶ —

بے شک وہ مُراد کو پہنچ گیا جو پاک ہوا ○
اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا ○

— سورۃ الاعلیٰ آیت ۱۴، ۱۵ —

marfat.com

عِلم القرآن

ترجمہ، تفسیر

مرتّب : سید قاسم محمود

سورۃ البقرہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

(۱) .... الم

(۲) .... یہ کتاب قرآن مجید، اس میں کچھ شک نہیں کہ کلامِ خدا ہے۔ خدا سے ڈرنے والوں کی رہنما ہے۔

(۳) .... جو غیب پر ایمان لاتے اور آداب کے ساتھ نماز پڑھتے، اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

(۴) .... اور جو کتاب اے محمدؐ تم پر نازل ہوئی، اور جو کتابیں تم سے پہلے پیغمبروں پر نازل ہوئیں، سب پر ایمان لاتے اور آخرت کا یقین رکھتے ہیں۔

(۵) .... یہی لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی نجات پانے والے ہیں۔

(۶) .... جو لوگ کافر ہیں، انہیں تم نصیحت کرو یا نہ کرو، ان کے لیے برابر ہے۔ وہ ایمان نہیں لانے کے۔

(۷) .... خدا نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا رکھی ہے، اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے، اور ان کے لیے بڑا عذاب تیار ہے۔

اس رکوع کی ابتدائی پانچ آیات میں ان لوگوں کی خصوصیات بیان ہوئی ہیں جو قرآن اور رسولؐ پر ایمان لانے والے ہیں یعنی متقی اور مومن۔ چھٹی اور ساتویں آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو اس نعمت سے محروم رہنے والے ہیں۔

(8) .... الف، لام، میم، یہ اور اس طرح کے جتنے حروف بھی مختلف سورتوں کے شروع میں آئے ہیں، چونکہ الگ الگ پوری پوری آواز کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں، اس وجہ سے ان کو حروف مقطعات کہتے ہیں۔ (ان کے معانی پر مفسرین کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے)۔

(9) .... اللہ کی یہ کتاب ہے تو سراسر ہدایت و رہنمائی، مگر اس سے فائدہ اٹھانے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی میں چند صفات پائی جاتی ہوں۔ ان میں سے پہلی صفت یہ ہے کہ آدمی متقی اور پرہیزگار ہو۔ بھلائی اور برائی میں تمیز کرتا ہو۔ برائی سے بچنا چاہتا ہو۔ بھلائی کا طالب ہو اور اس پر عمل کرنے کا خواہش مند ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ غیب پر ایمان رکھتا ہو۔ غیب سے مراد وہ حقیقتیں ہیں جو انسان کے حواس سے پوشیدہ ہیں اور کبھی براہ راست عام انسانوں کے تجربہ و مشاہدہ میں نہیں آتیں۔ مثلاً خدا کی ذات و صفات، ملائکہ، وحی، جنت، دوزخ وغیرہ۔ تیسری شرط یہ ہے کہ آدمی ایمان لانے کے بعد فوراً ہی عملی اطاعت کے لیے آمادہ ہو جائے، اور عملی اطاعت کی اولین اور دائمی علامت نماز ہے۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ آدمی زر پرست نہ ہو۔ اس کے مال میں خدا اور بندوں کے جو حقوق مقرر کئے جائیں، انھیں ادا کرنے کے لیے تیار ہو۔ جس چیز پر ایمان لایا ہے، اس کی خاطر مالی قربانی کرنے میں بھی دریغ نہ کرے۔ پانچویں شرط یہ ہے کہ آدمی ان تمام کتابوں کو برحق تسلیم کرے جو وحی کے ذریعے سے خدا نے محمدؐ اور ان سے پہلے کے انبیا پر مختلف زمانوں اور ملکوں میں نازل کیں۔ چھٹی اور آخری شرط یہ ہے کہ آخرت (قیامت) پر یقین رکھتا ہو۔

(10) .... لیکن جن لوگوں نے ان بنیادی امور کو رد کر دیا اور اپنے لیے قرآن کے پیش کردہ راستے کے خلاف دوسرا راستہ پسند کر لیا تو اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی۔ "ختم" کے معنی عربی زبان میں موم یا مٹی یا کسی اسی طرح کی چیز پر ٹھپا لگانے کے ہیں۔ یہیں سے یہ لفظ خط پر مہر لگانے اور کسی چیز کے منہ کو اس طرح بند کر دینے کے لیے استعمال ہونے لگا جس کے بعد نہ اس میں کوئی چیز داخل ہو سکے اور نہ کوئی چیز اس سے نکل سکے۔ اس آیت میں اس بات کی صاف تصریح ہے کہ جو لوگ حق کی تکذیب میں دیدہ دلیر اور ڈھیٹ ہو جاتے ہیں تو ان کے دلوں پر مہر لگ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو ماں کے پیٹ سے اس کے دل پر مہر لگا کے نہیں بھیجتا، بلکہ یہ مہر جس کے دل پر بھی لگتی ہے، اس کے گناہوں کے قدرتی نتیجے کے طور پر لگتی ہے۔ جب کوئی فرد یا کوئی گروہ حق کو حق سمجھتے ہوئے، اپنے دل کی گواہی کے بالکل خلاف محض ضد، نفسانیت اور ہٹ دھرمی کے سبب سے اس کی مخالفت کرتا ہے اور اس مخالفت پر جم جاتا ہے، تب اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے اور وہ صحیح طور پر سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہو جایا کرتا ہے۔ دل کا اس طرح مہر بند ہو جانا اور سمع و بصر کی صلاحیتوں سے اس طرح محروم ہو جانا اللہ تعالیٰ کا ایک عذاب ہے جو اس کی نعمتوں کی ناشکری کی پاداش میں کسی فرد یا گروہ پر اس دنیا میں نازل ہوتا ہے اور اسی عذاب کا فطری نتیجہ وہ عذاب عظیم ہے جس میں اس طرح کے لوگ اس زندگی کے بعد والی زندگی میں مبتلا ہوں گے۔

آیات ۸ تا ۲۰

(۸) .... اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم خدا پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، حالانکہ وہ ایمان نہیں رکھتے۔

(۹) .... یہ اپنے پندار میں خدا کو اور مومنوں کو چکما دیتے ہیں، مگر حقیقت میں اپنے سوا کسی کو چکما نہیں دیتے، اور اس سے بے خبر ہیں۔

(۱۰) .... ان کے دلوں میں کفر کا مرض تھا۔ خدا نے ان کا مرض اور زیادہ کر دیا، اور ان کے جھوٹ بولنے کے سبب ان کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔

marfat.com

(۱۱) .... اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ ڈالو تو کہتے ہیں، ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔

(۱۲) .... دیکھو یہ بلاشبہ مفسد ہیں، لیکن خبر نہیں رکھتے۔

(۱۳) .... اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جس طرح اور لوگ ایمان لے آئے، تم بھی ایمان لے آؤ تو کہتے ہیں، "بھلا جس طرح بے وقوف ایمان لے آئے، کیا اسی طرح ہم بھی ایمان لے آئیں"۔ سن لو کہ یہی بے وقوف ہیں، لیکن نہیں جانتے۔

(۱۴) .... اور یہ لوگ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں، اور جب اپنے شیطانوں میں جاتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور پیروانِ محمدؐ سے ہم تو ہنسی کیا کرتے ہیں۔

(۱۵) .... ان منافقوں سے خدا ہنسی کرتا ہے اور انہیں مہلت دیئے جاتا ہے کہ شرارت و سرکشی میں پڑے بہک رہے ہیں۔

(۱۶) .... یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت چھوڑ کر گمراہی خریدی، تو نہ تو ان کی تجارت ہی نے کچھ نفع دیا اور نہ وہ ہدایت یاب ہی ہوئے۔

(۱۷) .... ان کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ جس نے شبِ تاریک میں آگ جلائی۔ جب آگ نے اس کے اردگرد کی چیزیں روشن کیں تو خدا نے ان کی روشنی زائل کر دی اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ کچھ نہیں دیکھتے۔

(۱۸) .... یہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں کہ کسی طرح سیدھے رستے کی طرف لوٹ ہی نہیں سکتے۔

(۱۹) .... یا ان کی مثال مینہ کی سی ہے کہ آسمان سے برس رہا ہو اور اس میں اندھیرے پر اندھیرا چھا رہا ہو اور بادل گرج رہا ہو اور بجلی کوند رہی ہو تو یہ کڑک سے ڈر کر موت کے خوف سے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور اللہ کافروں کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔

(۲۰) .... قریب ہے کہ بجلی کی چمک ان کی آنکھوں کی بصارت کو اچک لے جائے۔ جب بجلی چمکتی اور ان پر روشنی ڈالتی ہے تو اس میں چل پڑتے ہیں، اور جب اندھیرا ہو جاتا ہے تو کھڑے کے کھڑے رہ جاتے ہیں۔ اور اگر اللہ چاہتا تو ان کے کانوں کی شنوائی اور آنکھوں کی بینائی دونوں کو زائل کر دیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

پہلے رکوع کی آیات 1 تا 5 میں متقوں اور مومنوں کا ذکر ہوا۔ چھٹی اور ساتویں آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہوا جو ایمان کی نعمت سے محروم رہے۔ اب دوسرے رکوع کی آیات 8 تا 16 میں ایک تیسرے گروہ کا بیان ہے جو تعلق تو رکھتا ہے ایمان نہ لانے والے گروہ سے لیکن اپنی بعض خصوصیات کے لحاظ سے ان سے کچھ مختلف مزاج رکھتا ہے۔

(11) .... یہ لوگ بھی ہوتے تو ہیں کافر و منکر ہی، لیکن اپنے مکر و فریب پر کفر و انکار کا پردہ ڈالے رکھتے ہیں۔ زبان پر اسلام کا دعویٰ رکھتے ہیں، لیکن دل میں کفر خالص۔ ان ننگ انسانیت لوگوں کو شریعت کی اصطلاح میں "منافق" کہتے ہیں۔ نفاق کی حقیقت یہ ہے کہ انسان بھلائی کا اعلان و اظہار کرتا پھرے اور شر کو اندر ہی اندر چھپائے رکھے۔ سورہ بقر مدنی ہے اور مدینہ میں منافقین کثرت سے تھے۔ اسلام سے عداوت میں اور رسولؐ سے عناد میں یہ لوگ کھلے ہوئے کافروں سے کچھ کم نہ تھے۔ نفاق یعنی جھوٹا اظہار اسلام مکہ میں نہ تھا، بلکہ مکہ میں تو اس کے برعکس صورت حال یہ تھی کہ لوگ مومن ہو کر بھی اپنے ایمان کو چھپائے رکھتے اور بظاہر کافروں ہی میں شامل رہتے۔ نفاق کی بنیاد مدینہ میں پڑی، وہ بھی غزوہ بدر کے بعد جب اسلام کو روز بروز دنیوی عظمت و شوکت حاصل ہونی شروع ہو گئی۔ اس وقت بعض لوگوں نے اپنے کو محض جھوٹ موٹ مسلمان کہنا شروع کر دیا۔ اس پارٹی کا سرغنہ بنو خزرج کا سردار عبداللہ بن اُبی بن سلول تھا۔ اس کا اثر و اقتدار حریف قبیلے بنو اوس پر بھی تھا۔ یہ اپنے وقت کا کامیاب ترین لیڈر تھا۔ یہاں تک کہ ساری آبادی اس کی سرداری پر متفق ہو چکی تھی، اور قریب تھا کہ اس کی بادشاہی کا اعلان ہو جائے کہ یک بیک اسلام کے قدم مدینہ میں جم گئے۔ اس نے اپنی دکان اجڑتے دیکھی تو اپنے پیروؤں کے کان میں یہ افسوں پھونک دیا کہ زبان سے کلمہ اسلام کا پڑھتے جاؤ، لیکن دل میں اپنے ہی عقائد پر جمے رہو۔ اوس و خزرج کے علاوہ یہود کی بھی ایک غدار اور ضمیر فروش جماعت نے خوشی سے اس تحریک کو لبیک کہا۔ البتہ مکہ کا کوئی مہاجر اس میں شریک نہیں ہوا۔

(12) .... ان ضمیر فروش لوگوں کا یہ جواب کہ "کیا ہم بے وقوفوں کی طرح ایمان لے آئیں؟" ایک طنز ہے اس وقت کے سچے اور پکے مسلمانوں پر، رسولؐ کے صحابیوں پر، یہ روایت آج تک چلی آ رہی ہے۔

(13) .... شیطان کا لفظ عربی میں بڑا وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ ہر سرکش، شوریدہ سر اور ہر بھڑکانے والے کو شیطان کہتے ہیں۔ انسان، جنات، حیوانیات سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہاں "شیاطین" کا لفظ ان بڑے بڑے سرداروں، رؤسا، یہود اور منافقین کے لیے استعمال ہوا ہے جو اس وقت اسلام کی مخالفت میں پیش پیش تھے۔

(14) .... آیات 17 تا 20 میں اسلام کے مخالف مذکورہ بالا گروہوں کی ایک ایک تمثیل بیان کی ہے۔ پہلی تمثیل اس گروہ کی ہے جو اپنی فطرت کو اس قدر مسخ کر چکا ہے اور اسلام کی مخالفت میں اس قدر آگے جا چکا ہے کہ اب اس کے لیے اسلام قبول کرنے کا کوئی امکان ہی باقی نہیں رہا ہے۔ یہ تمثیل ٹھیک ٹھیک یہود کے اس گروہ پر منطبق ہو رہی ہے جس کا ذکر پہلے ہوا ہے اور جس کے متعلق اللہ نے یہ خبر دی ہے کہ ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگ چکی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردے پڑ چکے ہیں۔ اس وجہ سے اب وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

دوسری تمثیل ایک ایسے قافلے کی ہے جو رات کی تاریکی میں بارش میں گھر گیا ہے۔ یہ تمثیل یہود کے اس دوسرے گروہ کی ہے جو اسلام کی اعلانیہ مخالفت کے بجائے اس کے خلاف چالیں چل رہا ہے۔

پہلی قسم کے منافقین کا نور بصیرت اللہ نے بالکل سلب کر لیا۔ اسی طرح اللہ دوسرے گروہ کو بھی حق کے لیے اندھا بہرا بنا سکتا تھا، مگر اللہ کا یہ قاعدہ نہیں ہے کہ جو کسی حد تک دیکھنا اور سننا چاہتا ہو اسے اتنا بھی نہ دیکھنے سننے دے۔ جس قدر حق دیکھنے اور حق سننے کے لیے یہ تیار تھے، اسی قدر سماعت و بصیرت اللہ نے ان کے پاس رہنے دی۔

marfat.com

حکیم محمد سعید

ذکرِ الٰہی اور ثابت قدمی

اگر آپ کو کسی شخصیت سے عقیدت ہو آپ اس کے فضل و کمال کے معترف ہوں اور مداح، اور اس کی صفات کے قائل ہوں تو یہ فطری بات ہے کہ آپ اس کی تحسین کریں گے، اس کی عظمت کے گن گائیں گے اور اس کا ذکر کر کے خوش ہوں گے۔ آپ جتنا زیادہ اس شخصیت کا ذکر کریں گے اتنا ہی آپ کا جذبۂ عقیدت بڑھے گا۔ آپ کی محبت میں اضافہ ہو گا اور آپ کا انس ترقی کرے گا، کیوں کہ یہ فطری بات ہے کہ ذکر کی کثرت سے عشق بڑھتا ہے۔ یاد کرنے سے دل میں محبت کے چراغ روشن ہوتے ہیں اور محبت ہی سے طلب پیدا ہوتی ہے۔

اسلام اپنے ہر ماننے والے سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے ہر کام، ہر فعل میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کرے اور اللہ کے رسولؐ کی تعلیمات کی پیروی کو اپنا مستقل شعار بنائے۔ ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہر معاملے میں اور ہر وقت کرے۔ وہ چاہے مسجد میں ہو یا مدرسے میں، بازار میں ہو یا گھر میں، دفتر میں ہو یا اسمبلی میں، حاکم ہو یا محکوم، آقا ہو یا غلام، جوان ہو یا بوڑھا، احکامِ الٰہی کی پابندی اس کے لیے ضروری ہے، اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب وہ ہر وقت اللہ کو یاد رکھے، اپنے ایمان کو تازہ رکھے، اور اپنے اس احساس کو زندہ رکھے کہ وہ آزاد نہیں ہے بلکہ اللہ کا بندہ ہے۔ وہ اپنے عمل کے لیے جواب دہ ہے۔ اس کو اپنی زندگی کے لمحے لمحے کا حساب دینا ہے۔ یہ ایمان اور یہ احساس اس کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام یاد دلائے گا اور ان کی پابندی پر مجبور کرے گا۔ قرآنِ حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اللہ کا کثرت سے ذکر کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (جمعہ: ۱۰)

آپ نے غور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی ہدایت کے ساتھ یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ فلاح کا یہی راستہ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ صرف ذکرِ الٰہی میں ہی انسان کی فلاح و نجات پوشیدہ ہے۔ بعض لوگ ذکر کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ فقط زبان سے اللہ اللہ پکارنے کا نام ذکر ہے۔ یہ بہت محدود تصور ہے۔

ذکرِ الٰہی بہت وسیع صفت ہے۔ جب آپ کسی ہستی سے محبت و عقیدت رکھتے ہیں تو صرف زبان سے اس کا ذکر ہی نہیں کرتے بلکہ اس کی صفات کو بھی اپنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لہٰذا اللہ کے ذکر کا مطلب بھی یہی ہونا چاہیے کہ آپ زبان سے بھی صفاتِ الٰہی کا ذکر کریں اور اپنے عمل میں اس کے قریب ہونے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کریں اور عمل کے لیے جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا کوئی خاص میدان مخصوص نہیں ہے۔ ہر شعبۂ حیات میں اطاعتِ الٰہی ضروری ہے۔

ذکرِ الٰہی سے انسان کو سکون ملتا ہے اور اس کا ایمان ترقی کرتا ہے۔ ذکر سے غافل رہنے والے نقصان اٹھاتے اور ناکام رہتے ہیں۔ ان کو سکون و اطمینان میسّر نہیں آتا۔ وہ ہر معاملے میں پریشان رہتے ہیں اور ہر کسی سے ڈرتے ہیں۔ ان میں وہ اعتماد، وہ جرأت، وہ ہمت اور وہ ثابت قدمی پیدا نہیں ہوتی کہ جو کامیاب اور پُرسکون زندگی کے لیے ضروری ہے۔

کراچی سے

ماہنامہ المعصوم

کا اجراء باعثِ صد افتخار ہے

حضور خواجہ سرکار

مدظلہ العالی سجادہ نشین دربارِ عالیہ موہری شریف (گجرات) کی سرپرستی ہم سب کے لیے خوش بختی ہے،

نثار المعصوم

(باٹا والے)

رہائش گاہ:

مکان نمبر ایکس ۱۱۴ گلی نمبر ۵

اعظم بستی نالہ پار محمود آباد

کراچی نمبر ۴۴

فون:

۵۴۶۶۱۳

۵۴۸۷۵۱

marfat.com

سرورِ کائنات سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم سے دریافت کیا گیا کہ اللہ کے بندوں میں قیامت کے دن کن لوگوں کا درجہ بلند ہوگا، حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

" اللہ کا ذکر کرنے والے لوگوں کا، چاہے وہ مرد ہوں یا عورتیں"۔

ایک اور حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ:

" اللہ کو یاد کرنے والے کی مثال اور یاد نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے"۔

یعنی یاد کرنے والا زندہ ہے اور یاد نہ کرنے والا مردہ ہے۔

سورۂ احزاب میں فرمانِ الٰہی ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ۙ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا ۝ (الاحزاب: ۴۱-۴۲)

یعنی: " اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کرو اور بہت ذکر کرو۔ اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کرو"۔

غور فرمائیے کہ ذکرِ الٰہی کی تاکید کس جامعیت کے ساتھ فرمائی گئی ہے۔ بات یہ ہے کہ جس طرح جسم کی زندگی کھانے پینے پر منحصر ہے اور اگر جسم کو غذا میسر نہ آئے تو اس کا زندہ رہنا محال ہے اسی طرح روح کی زندگی کے لیے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی یاد ضروری ہے۔ ذکرِ الٰہی کے بغیر روح زندہ نہیں رہ سکتی۔ ذکر کے بغیر روح مردہ و مضمحل ہو جاتی ہے۔ اور جب انسان کی روح ہی مردہ ہو جائے تو پھر زندگی کس کام کی۔ ایک بے روح جسم کس کام کا۔ لہٰذا ذکر کے بغیر زندگی بے معنی اور بے مقصد ہے۔ بے مقصد زندگی حیوانوں کو تو زیب دیتی ہے، انسانوں کو زیب نہیں دیتی۔ مقصد ہی سے زندگی میں خوبی اور توانائی آتی ہے۔ مقصد ہی انسان کو توانا اور ثابت قدم بناتا ہے۔ مقصد ہی مصیبتوں اور مشکلات میں عزم اور ہمت بخشتا ہے۔

ابھی میں نے کہا ہے کہ ذکرِ الٰہی کا مطلب زبان سے صرف اللہ اللہ پکارنا ہی نہیں ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ زبان سے ذکرِ الٰہی ضروری نہیں ہے یا اس کی اہمیت اور افادیت نہیں ہے۔ نہیں۔ زبان سے ذکرِ الٰہی بھی ضروری ہے کیوں کہ اس طرح بھی عمل کی توفیق ملتی ہے اور احکامِ الٰہی کی پابندی کی ترغیب ہوتی ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ سے قریب تر ہوتا جاتا ہے اور غیر اللہ سے دور ہوتا جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ کے نیک بندوں کی زبانیں ذکرِ الٰہی سے تر رہتی ہیں۔ اور ان کے دل و دماغ پر ہر وقت تصوّرِ الٰہی غالب رہتا ہے۔ ان کا قلبی تعلق بڑھتا رہتا ہے اور دل آئینے کی طرح صاف ہو جاتا ہے۔ لہٰذا زبانی ذکر کو بھی غیر ضروری نہیں سمجھنا چاہیے۔ یہ بے فائدہ عمل نہیں ہے۔ البتہ یہ خیال رکھنا چاہیے کہ زبان اور عمل میں تضاد نہ ہو۔ زبان پر ذکرِ الٰہی اور عمل میں غیر اللہ کی اطاعت، یہ متضاد چیزیں ہیں۔ اس سے خسارے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث قدسی مروی ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بندہ جب مجھے یاد کرتا ہے اور میرے ذکر سے اس کے ہونٹوں کو حرکت ہوتی ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں"۔

یہ احساس کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہے کتنی بڑی قوت ہے۔ اس کا اندازہ کرنا بہت مشکل ہے، لیکن ناممکن نہیں ہے۔ جب انسان اس راہ پر چلنا شروع کر دے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے قریب آنا شروع کر دیتا ہے اور پھر بندے کو وہ استقامت اور ثابت قدمی نصیب ہوتی ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کو راہ سے نہیں بھٹکا سکتی۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ ۝

یعنی: " یاد رکھو۔ دلوں کو اللہ کے ذکر ہی سے چین ملتا ہے"۔ (الرعد: ۲۸)

نت نئے ڈیزائن، امریکن کچن، پینل ڈور اور چوکھٹے وغیرہ کے لیے

محمد ہاشم

فرنیچر ورکس

سے رابطہ قائم کریں

حاجی علی محمد بلڈنگ
میمن سوسائٹی نیا آباد
نزد اوکھائی جماعت خانہ
کراچی
فون نمبر
۷۴۴۹۵۸

marfat.com

امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی قدس سرہٗ

آپ کا عرس مبارک سرہند شریف (بھارت) میں ۲۸ صفر المظفر ۱۴۱۱ھ بمطابق ۱۸ ستمبر ۱۹۹۰ء کو منایا جا رہا ہے۔

تحریر: پروفیسر ضیاء الحق فاروقی
ایم۔اے (اسلامیات)،
ایم۔اے (ایجوکیشن)

جلال الدین محمد اکبر بڑا آزاد خیال حکمران تھا۔ تخت نشین ہوتے ہی یہ بات اس کے ذہن میں اچھی طرح بیٹھ گئی کہ اتنی وسیع اور عظیم الشان سلطنت کو قائم رکھنے کے لیے تمام رعایا کی خوشنودی حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ چونکہ ہندوستان میں ہندوؤں کی آبادی مسلمانوں سے زیادہ تھی اور کئی مسلمان امراء بھی بغاوت پر آمادہ تھے۔ اس لیے اس نے ہندوؤں بالخصوص راجپوتوں کو جن کی فوجی قابلیت سے وہ بخوبی واقف تھا، قریب تر لانے کی کوشش کی۔ اپنی اس حکمت عملی کو کامیاب بنانے کے لیے اکبر نے ہر جائز و ناجائز طریقے اختیار کیے۔

اس نے پہلا کام یہ کیا کہ ہندو راجپوت خاندانوں سے رشتے ناطے کیے۔ جے پور کے راجہ بہاری مل کی لڑکی سے خود شادی کی۔ قطع نظر اس کے کہ وہ غیر مسلم تھی۔ شہزادہ سلیم اسی رانی کے بطن سے تھا۔ بعد میں اس نے بیکانیر اور جیسلمیر کی راجکماریوں کو بھی اپنے حرم میں داخل کیا۔ شہزادہ سلیم کی شادی بھی راجپوت راجکماری جودھا بائی سے ہوئی جو راجہ بھگوان داس کی بیٹی تھا۔ شریعت محمدی کی رو سے یہ سب نکاح حرام تھے۔ اس کے بعد اس نے راجپوتوں کو بڑے بڑے سول اور فوجی عہدوں پر فائز کیا۔ راجہ بھگوان داس، ٹوڈرمل، بیربل اور مان سنگھ چوٹی کے افسروں میں سے تھے۔ یہاں تک کہ اکبر کی نصف فوج ہندوؤں پر مشتمل تھی اور وزیر خزانہ ہندو تھا۔

تیسرا کام اس نے یہ کیا کہ ہندوؤں کو دعوت اسلام دینے کے بجائے انھیں بے جا مذہبی آزادی دی اور ان کی خوشنودی کی خاطر اسلام کے ارکان کو مٹا دیا۔ مساجد کی جگہ نئے نئے مندر تعمیر ہونے لگے۔ کئی موقعوں پر جانور ذبح کرنے کی ممانعت کردی۔ شہنشاہ اکبر نے دین اسلام کے مقابلے میں ایک علیحدہ "دین الٰہی" نافذ کیا۔ اس نئے مذہب کی بنیاد رکھنے میں اس کے مشیر شیخ مبارک، ابوالفضل، فیضی اور ہندو رانیوں کا بہت زیادہ عمل دخل تھا۔ دین الٰہی میں مسلمانوں کے علاوہ عیسائیوں، ہندوؤں اور آتش پرستوں کے عقائد اور رسومات شامل تھیں۔ دین الٰہی اکبر کا من گھڑت درباری دین تھا۔ اس کی ترویج کا مقصد یہ تھا کہ سلطنت مغلیہ (بلکہ اس کی اپنی بادشاہی کی) بنیادیں مستحکم ہوں اور ملک کی رعایا کو جس میں اکثریت ہندوؤں کی تھی اپنا گرویدہ بنایا جائے۔

تاریخ ہمیں خبردار کرتی ہے کہ جس دور میں جس حکمران نے بھی اپنی حکومت کے استحکام کی خاطر اللہ کے آئین کو نظرانداز کر کے اپنا قانون نافذ کیا اور دشمن کی خوشنودی حاصل کی وہ خود بھی تباہ و برباد ہوا اور اس نے سلطنت کی جڑیں کاٹیں۔ اس کی ایک مثال اکبر کی ہے جسے ہندو آج بھی مغل اعظم کہتے ہیں۔ اگر اکبر ہندوؤں کی اسلام دشمنی پر نظر رکھتے ہوئے انھیں عہدے اور رتبے دے کر استحکام میں شامل نہ کرتا تو برصغیر کی تاریخ آج کچھ اور ہوتی۔ پاکستان اتنا چھوٹا نہ ہوتا۔ اس کی وسعت کابل سے کلکتہ تک ہوتی مگر اپنے مذہب کو عوام اور دشمن کی خوشنودی کے حصول کا ذریعہ بنانے والا اپنی سلطنت کے زوال کا باعث بنا۔ یہی ہندو جو اپنی بیٹیوں کے عوض مسلمانوں کی آستین میں داخل ہوئے تھے مغلیہ سلطنت کو ڈسنے لگے اور آج پاکستان کو آنکھیں دکھا رہے ہیں۔

اکبر علماء کو اپنی سلطنت کے معاملات سے دور رکھنا اور لوگوں کو ہر طریقے سے اپنی اطاعت قبول کرنے پر مجبور کرنا چاہتا تھا۔ اس کا یہ خیال دوراندیشی پر محمول نہ تھا۔ اگرچہ یہ مذہب اکبر کی موت کے ساتھ ہی ختم ہوگیا لیکن اس کے مہلک اثرات دیر تک قائم رہے۔ اس کے نتیجے میں اسلام اور مسلمانوں کی پوزیشن بہت کمزور ہوگئی۔ اسلام کے سادہ اور پاکیزہ مذہب میں کئی بدعتوں نے جنم لیا۔ ہندوآنہ رسومات اور باطل نظریات اسلامی عقائد پر چھانے لگے۔ علماء سوء اور ہندوآنہ خیالات میں ملوث نام نہاد صوفیاً نے اسلام کی گرتی ہوئی عمارت کو اور بھی نقصان پہنچایا۔ رام اور رحیم کو ملانے کی کوششیں تیز ہوگئیں اور اس باطل نظریے کا پرچار کیا جانے لگا۔

اکبر کی موت کے بعد جہانگیر نے بھی اپنے باپ کی پالیسی پر عمل کیا اور دین الٰہی کو زندہ رکھنے کی کوشش کی۔ اس وقت مرد مجاہد، بابائے ملت، امام ربانی، حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ میدان عمل میں اترے اور اکبر اور اس کے ملحد امراء کے کافرانہ عقائد کے خلاف آواز بلند کی۔ بنگال اور بہار میں بغاوتیں ہوئیں۔ ملا یزدانی نے اکبر کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا اور خواجہ شاہ منصور نے دربار میں اس کی مخالفت کی۔

حضرت مجدد الف ثانی نے جہانگیر کے نظریات کی بھی ڈٹ کر مخالفت کی۔ جہانگیر نے آپ کو دربار میں طلب کیا اور سجدہ تعظیمی پر مجبور کیا لیکن آپ نے فرمایا:

marfat.com

"احمد کا سر بجز خدا کے کسی کے آگے
نہیں جھک سکتا"۔

آپ نے وہاں خطبہ ارشاد فرمایا۔ جہانگیر نے آپ کو قلعہ گوالیار میں نظر بند کر دیا۔ ایک سال تک آپ قید میں رہے۔ بعد میں جہانگیر کو سخت ندامت ہوئی۔ اس نے آپ سے معافی مانگی اور ان مشرکانہ عقائد سے توبہ کی مگر جو برے اثرات دینِ مبین پر چھا چکے تھے ان کو دور کرنا بھی ایک جہاد تھا۔ آپ نے ان کے دفعیہ کے لیے مسلمان امراء، علماء اور صوفیہ کو متوجہ فرمایا۔ ہند میں ہر طرح کی مخالفت کے باوجود سرمایہ ملت کی نگہبانی فرمائی۔

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمیٔ احرار
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

اپنے مجددانہ انداز میں جادۂ شریعت سے ہٹے ہوئے غلط صوفیہ کی غلط روش اور ان کے ناپسندیدہ افعال پر تنقید کی۔ علماء سوء کی جاہ پسندی سے اسلام کو جو نقصان ہورہا تھا اس پر تاسف کا اظہار فرمایا۔ بدعت کو رد کر کے سنت کو زندہ کیا۔ غرضیکہ وہ تمام امور جو شریعت حقہ کو مٹا رہے تھے ان کا قلع قمع کر کے دین کو نئے سرے سے تقویت بخشی تو امت نے آپ کو "مجدد الف ثانی" کے خطاب سے نوازا۔

اس دور میں سب سے بڑی بدعت مشرکانہ رسم و رواج کا اجرا تھی۔ اس کے علاوہ شریعت کے سفید چہرے پر "ہندوآنہ تصوف" کی سیاہی مل دی گئی تھی اور اسے اسلام کا رنگ دے کر لوگوں کے سامنے پیش کیا جانے لگا تھا۔ پیش کرنے میں نام نہاد صوفیہ اور علماء سوء پوری سرگرمی سے شامل تھے۔ ہندو سادھوؤں اور جوگیوں نے رہبانیت کا درس دیا جسے ہمارے نام نہاد صوفیوں نے اپنا لیا۔ وہ بھی حقوق العباد چھوڑ کر جنگلوں میں دوڑ گئے۔ برہمنوں اور سادھوؤں کی مافوق الفطرت باتوں کو تسلیم کیا جانے لگا۔ اسلام کی انفرادیت اور عظمت کو ختم کرنے کے لیے ہتھکنڈے تیار کیے جانے لگے۔ ہندومت اور اسلام کو گڈمڈ کر دیا گیا۔ یہ نہ دیکھا گیا کہ ہندومت کوئی مذہب نہیں بلکہ چند ایک رسومات اور توہمات کا مجموعہ ہے اور اس میں خدا کا تصور بالکل واضح نہیں۔ اس کے برعکس اسلام ایک نظریے اور سچے عقیدے کا حامل مذہب ہے جس میں خدا کا تصور بڑا ہی واضح ہے۔

اکبر، جہانگیر اور ہندوؤں کی لگائی ہوئی آگ بھڑک اٹھی جس میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے کود کر اسے گلستان بنادیا۔ ہمارے اس دور کے صوفیاء نے کافی حد تک جوگیانہ مسلک کو اپنالیا تھا اور طریقت، حقیقت اور معرفت کو شریعت حقہ سے علیحدہ کر کے خوارق و کرامات، کشف اور جذب و مراقبہ کی کیفیات کے حصول کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ یہ بہت ہی خطرناک صورت حال تھی جس کی امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ نے سخت مخالفت کی اور اپنے مکتوبات میں اس کی مُفصل تشریح فرمائی۔

آپ نے ملا حاجی محمد لاہوری کو اپنے مکتوب میں وضاحت فرمائی۔ آپ لکھتے ہیں۔
"شریعت کے تین جزو ہیں۔ علم، فضل اور اخلاص۔ ان کا حصول اللہ کی رضا کا حصول ہے اور یہی رضا دنیا و آخرت کی تمام سعادتوں سے بڑھ کر ہے۔ کوئی ایسا مطلب نہیں جس کے حاصل کرنے کے لیے شریعت کے سوا کسی اور چیز کی ضرورت پڑے ۔۔۔ طریقت اور حقیقت، دراصل شریعت کے تیسرے جزو یعنی اخلاص کے کامل کرنے میں شریعت کے خادم ہیں۔ یعنی ان دونوں کی تکمیل سے مقصود شریعت کی تکمیل ہے۔ نہ کوئی اور امر اس کے علاوہ مطلوب ہے۔ احوال و مواجید اور علوم و معارف جو صوفیا کو اثنائے راہ میں حائل ہوتے ہیں اصل مقصود نہیں ہیں بلکہ وہم و خیالات ہیں جن سے اطفال طریقت کی تربیت کی جاتی ہے۔ ان سب سے گذر کر مقام رضا تک پہنچنا ہے جو جذبہ و سلوک کی منتہا ہے تاکہ اخلاص حاصل ہوجائے۔ اخلاص مقام رضا کا لازمی نتیجہ ہے مگر ہزاروں میں سے کسی کو اس دولت سے مشرف کیا جاتا ہے۔ کوتاہ اندیش لوگ احوال کو مقاصد اور مشاہدات و تجلیات کو مطالب شمار کرتے ہیں۔ اس لیے وہم و خیال کے زندان خانہ میں گرفتار اور شریعت کے کمالات سے محروم رہتے ہیں۔۔۔"
(مکتوب دفتر اول۔ مکتوب 36)

مزید فرماتے ہیں:
"اکثر لوگ شریعت کو پوست اور حقیقت کو مغز خیال کرتے ہیں۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ صوفیوں کی سکرومتی میں نکلی ہوئی باتوں کے دھوکے میں آچکے ہیں اور احوال و مقامات سے فتنہ میں پڑچکے ہیں"۔ (مکتوب 40۔ بنام شیخ ندچری)

"اپنے ظاہر کو ظاہر شریعت سے اور اپنے باطن کو باطن شریعت یعنی حقیت سے آراستہ کریں اور حقیقت اور طریقت دونوں شریعت ہی کی حقیقت ہیں نہ کہ شریعت اور ہے اور طریقت و حقیقت کچھ اور۔ انہیں علیحدہ علیحدہ کرنا الحاد اور زندقہ ہے"۔
(مکتوب 57۔ بنام شیخ محمد یوسف)

ان اقتباسات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ جناب مجدد کے نزدیک طریقت، اور حقیقت سے بڑھ کر شریعت کا مقام ہے بلکہ یہ دونوں شریعت کی تکمیل میں ممد و معاون ثابت ہوتی ہیں۔ اس کی تشریح میں آپ فرماتے ہیں:
"تمام سعادتوں کا سرمایہ سنت کی متابعت ہے اور تمام فسادوں کی جڑ شریعت کی مخالفت ہے۔ اہل ہنود نے بہت ریاضتیں اور سخت مجاہدے کیے ہیں لیکن شریعت کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے سب بے اعتبار اور خوار ہیں۔ اگر ان سخت اعمال پر کچھ اجر بھی ہو تو وہ دنیاوی نفع ہی ہوگا جس کا کوئی اعتبار نہیں۔ شریعت کی اتباع کرنے والوں کی مثال ایسی ہے کہ وہ قیمتی جواہرات کا کام کرتے ہیں۔ کام تھوڑا اور مزدوری زیادہ ۔۔۔ کل قیامت کے دن صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت ہی کام آئے گی۔ احوال و مواجید، علوم و معارف،

marfat.com

اشارات و رموز اس متابعت کے ساتھ میسر آجائیں تو بہتر اور زہے نصیب ورنہ استدراج اور خرابی کے سوا اور ان میں کچھ نہیں"۔ (مکتوب 114، 184۔ بنام صوفی قربان و قلیج اللہ)

حضرت مجدد علیہ الرحمتہ کا یہ جہاد عظیم تھا۔ آپ نے ترویج شریعت اور رد بدعات کے لیے اپنی زندگی وقف کردی۔ جہانگیر آخرکار آپ کی پُرحکمت باتوں اور علم و عرفان سے بھرے ہوئے مکتوبات سے متاثر ہوا۔ مسلمان علماء جن میں عبدالحق محدث دہلوی نے جو خاص طور پر معروف ہیں، آپ کا ساتھ دیا۔ علماء اور صوفیا پر اسلام کی سادہ اور صاف صاف تعلیم کو عام کرنے پر زور دیا۔ آپ کی تبلیغ کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ ہند میں وہ اسلام پیش کیا جائے جو نبی آخرالزماںؐ لے کر اس دنیا میں تشریف لائے تھے نہ کہ وہ اسلام جو اکبر کے "دین الٰہی" کا تھا۔ آپ نے اس طلسم کو توڑا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ جہانگیر کے بعد شاہجہان اور اس کے بعد اورنگ زیب تک سب نے اسلام کے نکھار کو قائم رکھا۔ صرف دارا شکوہ ایسا تھا جس نے ہندو آنہ فلسفے کو اسلام کی تعلیمات میں دوبارہ داخل کرنے کی کوشش کی لیکن اورنگ زیب عالمگیر جیسے متشرع حکمران نے اس کا سر فوراً کچل دیا اور اس شمع کو روشن رکھا جسے حضرت مجدد الف ثانی نے روشن کیا تھا مگر دیمک جو جڑوں میں لگ چکی تھی وہ کام کر گئی۔

پیر کامل مخدوم حضرت داتا گنج بخش سید علی ہجویریؒ

آپ کا عرس مبارک لاہور میں ۱۸ صفر المظفر ۱۴۱۱ھ بمطابق ۸ ستمبر ۱۹۹۰ء کو نہایت عقیدت واحترام سے منایا جا رہا ہے

شام قریب تھی۔ رات کی تاریکی ہر شے کو آہستہ آہستہ اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی۔ خراسان کی پتھریلی عمارتیں کسی دیو قامت عفریت کی مانند سر اٹھائے کھڑی تھیں۔ ان عمارت کے ساتھ ساتھ ایک شخص عجیب سے حلیے میں، ہر چیز سے بے نیاز اپنے آپ میں گم چلا جا رہا تھا۔ بوسیدہ سا موٹا اور کھردرا ٹاٹ نما لباس بدن پر تھا۔ ایک ہاتھ میں عصا اور دوسرے میں لوٹا تھا۔ راہ گیر اس نوجوان کو اپنے افکار میں گم دیکھتے، حیرت کرتے اور پاس سے گزر جاتے۔ آہستہ آہستہ چلتا وہ نوجوان جب ذرا گنجان آبادی کے قریب آپہنچا تو اس نے سر اٹھا کر دائیں بائیں دیکھا۔ پاس سے ایک خچر سوار گزر رہا تھا اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روکا اور انتہائی نرمی و حلیمی سے دریافت کیا "اے مہربان دوست، تجھ پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں، کیا تو بتا سکتا ہے کہ یہاں کوئی سرائے بھی ہے؟"

خچر سوار نے اس صوفی منش کو سر سے پاؤں تک دیکھا اور پھر ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ "خدا تجھے بھی اپنی امان میں رکھے، وہ رہی سرائے"۔ پھر ذرا دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم بھی صوفی ہو؟"

اس نوجوان نے حسرت سے جواب دیا۔ "صوفی .... صوفی تو بڑی چیز ہے، میں تو ابھی اس منزل سے کوسوں دور ہوں"۔

خچر سوار ہنس پڑا اور کہنے لگا۔ "واقعی تم ابھی صوفیت کی منزل سے کوسوں دور معلوم ہوتے ہو۔ میں ابھی سرائے سے ہی آرہا ہوں۔ وہاں تمہیں بہت سے صوفی نظر آئیں گے۔ زرق برق لباس میں ملبوس، مرغن غذائیں کھاتے"۔

خچر سوار یہ کہہ کر آگے بڑھ گیا اور یہ جوان سرائے کی طرف آہستہ آہستہ نرمی سے زمین پر قدم رکھتا بڑھنے لگا۔ جونہی اس نے سرائے میں قدم رکھا۔ وہاں اسے لمبی لمبی داڑھیوں والے کئی چہرے نظر آئے جو خوشحالی اور بے فکری سے دمک رہے تھے جیسے ہی ان کی نظر اس مفلوک الحال جوان پر پڑی تو ان میں سے ایک رعونت سے اس کی طرف بڑھا اور بڑی تمکنت سے پوچھنے لگا۔ "تم کون ہو؟"

اس جوان نے اپنی روایتی حلیمی و نرمی سے جواب دیا "مسافر ہوں اور شب بسری کے لیے ٹھہرنا چاہتا ہوں"۔

وہ سب قہقہے لگا کر ہنس پڑے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ "لگتا تو صوفی ہی ہے لیکن ہم میں سے نہیں ہے"۔

وہ جوان یہ سن کر خوشی سے کھل اٹھا اور جواب دیا "تم نے بالکل درست کہا۔ بے شک میں تم میں سے نہیں ہوں"۔

رات ہوئی ایک صوفی نے اس کے آگے سوکھی روٹی اور پانی لا کر رکھا اور خود اس محفل میں جا گھسا جہاں اس کے ساتھی مرغن غذائیں کھاتے ایک دوسرے سے ہنسی مذاق میں مشغول تھے اور اسے روکھی سوکھی روٹی پانی میں بھگو بھگو کر کھاتے دیکھ کر ہنستے اور کھائے ہوئے پھلوں کے چھلکے اسے مارتے جاتے۔ مگر وہ جوان جو گھر سے بہت کچھ جاننے کی جستجو میں نکلا تھا جو اپنی انا کی بڑائی میں گم تھا اور اس نفسانی مرض کے علاج کے لیے، طمانیتِ قلب کی بازیابی کے لیے، اسے جس معالج کی ضرورت تھی وہ اسے طنز و استہزا کے پیکر میں یہ صوفی نظر آئے، چنانچہ وہ چپ چاپ بیٹھا رہا۔ ملامتوں اور صعوبتوں کو صبر و تحمل سے برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا کرتا رہا۔ تسلیم و رضا کی منزل کو پانے کے لیے، نفس کو قابو میں رکھنے کے لیے، اللہ کے نیک بندوں کے لیے، ان جاہلوں اور نادانوں کی صحبت امرت دھارا سے کم نہیں تھی اور اس کی تسکین کے لیے یہ علاج اللہ کی عنایت سے اسے حاصل ہوگیا تھا۔

یہ جوان وہ صوفی تھا جس کے لیے خواجہ معین الدین چشتی نے فرمایا:

گنج بخشِ فیض عالم مظہرِ نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں راہنما

یہ حضرت داتا گنج بخش سید علی ہجویری تھے۔ جنہیں خلقت گنج بخش کہتی ہے۔ اس

marfat.com

شخصیت کو جو ایک دانہ بھی پاس نہیں رکھتا۔ جو خود کہتا ہے "اے علی، اس بات کو دل میں نہ لا کہ لوگ تجھے گنج بخش کہتے ہیں۔ گنج بخش تو وہ ذات مقدس ہے کہ جو وحدہ لاشریک ہے۔ اس کے ساتھ شرک نہ کرورنہ تباہ کرے گا خود کو"۔

حضرت علی ہجویری کی طبیعیت میں جستجو اور دل میں اجتہاد کا یہ عالم تھا کہ فکر کہیں ٹھہرتی ہی نہ تھی۔ گیارہویں صدی کے ایک عظیم صوفی ختلی نامی کی صحبت میں رہ رہے تھے۔ ایک دن مرشد نے جو ہاتھ دھونے کے لیے، نوجوان مرید کے آگے انہیں بڑھایا اور مرید نے پانی کی دھار ہاتھوں پر ڈالی تو یکایک دل میں خیال پیدا ہوا۔ "جب اس کائنات میں ہر کام کے پسِ منظر میں تقدیر ہی کارفرما ہے تو پھر آزاد لوگ مرشدوں کے طابع کیوں بنیں"۔

مرشد جو عرفان کی بلندی پر تھے دونوں ہاتھ کھینچ کر متردد مرید سے مخاطب ہوئے۔ "علی بےشک پوری کائنات، تقدیر الٰہی کی پابند ہے لیکن یاد رکھو خدا کا ہر حکم کسی وجہ کا پابند ہے۔ جب وہ کسی کو نوازنا چاہتا ہے تو اس کے اسباب ویسے ہی پیدا کر دیتا ہے۔ مجھے خدا نے میرے پاس بھیجا۔ میں تمہیں خدا کی منشا کے مطابق وہ دوں گا جس کے تم طلب گار ہو"۔

نوجوان علی ہجویری یہ سن کر شرمندہ ہوئے مگر دل کی الجھن دور ہو گئی۔

تحصیلِ علم کی خاطر مشائخ کرام کی صحبتوں سے فیض اٹھانے کے لیے مختلف شہروں اور ملکوں کے سفر کیے اور سیر و سیاحت کے بعد جب آپ اپنے مرشد کے پاس واپس آئے تو انہوں نے لاہور جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ نے لاہور کی راہ لی۔ جب لاہور میں داخل ہوئے تو نزدیک سے ایک بڑھیا کو گزرتے دیکھا جو دودھ کا برتن سر پر اٹھائے جا رہی تھی۔ آپ نے اسے اشارہ سے روکا اور دودھ کی خواہش کی۔

بڑھیا سہم کر پیچھے ہٹی اور کہنے لگی۔ "جس کے لیے دودھ لے جا رہی ہوں اگر اسے علم ہو گیا تو وہ اپنے سفلی علم کے بل بوتے پر ہمارے جانوروں کا دودھ ہی خشک کر دے گا"۔

آپ مسکرائے اور متاثر کن لہجے میں بولے۔ "تم اس کی فکر نہ کرو۔ دودھ ہمیں دو، خدا برکت دینے والا ہے"۔

بڑھیا آپ سے متاثر نظر آنے لگی اور آپ کو دودھ دے دیا۔ رات کو بڑھیا نے جب جانوروں کا دودھ دوہا تو انہوں نے اتنا دودھ دیا کہ گھر کے سارے برتن ہی بھر گئے۔ جب اس کالے علم کے ماہر کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو اس نے سخت ترین مقابلوں کے بعد آپ کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے اور اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے اسے شیخ ہندی کا نام دیا۔

حضرت داتا گنج بخش کی تعلیمات اور ان کے نظریات جاننے اور سمجھنے کے لیے ہمیں ان مکتوبات سے بہت راہنمائی ملتی ہے جو انہوں نے مختلف امراء اور سلاطین، مشائخ اولیائے کرام اور دیگر اہلِ علم ہستیوں کے نام لکھے۔ مثلاً لالہ بیگ کے نام انہوں نے صادر فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری غیرتِ اسلامی میں اضافہ کرے۔ قریباً ایک صدی سے اسلام کی غربت اور پستی اس حد کو پہنچ چکی ہے کہ بلادِ اسلام میں کفار صرف احکامِ کفر کے اجرا پر راضی نہیں ہوتے بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ اسلامی احکام بالکل مٹ جائیں اور مسلمانوں اور مسلمانی کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔ ان کی جرأت و بے باکی یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اگر کوئی مسلمان شعار اسلام کے اظہار کی دلیری کرتا ہے تو قتل کر دیا جاتا ہے۔ ذبیحہ گاؤ جو ہندوستان میں اسلام کے اعظم شعائر میں سے ہے۔ اب صورتحال یہ ہے کہ کفار شاید جزیہ ادا کرنے پر رضامند ہو جائیں مگر ذبح گائے پر کبھی راضی ہونے کو تیار نہیں۔ ابتدائے بادشاہت ہی میں اگر مسلمانی رواج پذیر ہو گئی اور مسلمانوں نے کچھ حیثیت پیدا کر لی تو فبہا اور اگر عیاذاً باللہ سبحانہ معاملہ سستی اور توقف میں پڑ گیا تو مسلمانوں پر سخت برے دن آ جائیں گے۔ الغیاث الغیاث ثم الغیاث الغیاث۔ اللہ کی بارگاہ میں فریاد۔ فریاد پھر فریاد فریاد۔ دیکھیے کون صاحب قسمت اس دولت ترویجِ اسلام سے سرفراز ہوتا ہے اور کس شہباز کا ہاتھ اس دولت تک پہنچتا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں حضور سید المرسلین علیہ علی آلہ من الصلوات افضلھا و من التسلیمات اکملھا کی متابعت پر ثابت قدم رکھے والسلام"۔

آپ کی کنیت ابوالحسن اور علی نام تھا۔ ہجویر اور جلاب، غزنین کے دو گاؤں ہیں۔ زندگی کے ابتدائی ایام انہوں نے یہیں پر گزارے، اسی لیے آپ کو ہجویری کہا جاتا ہے۔ مورخین کی اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ آپ چار سو ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ کا پورا سلسلہ نسب کچھ اس طرح ہے۔ علی بن سید عثمان بن سید علی بن سید عبدالرحمٰن بن شاہ شجاع بن ابوالحسن علی بن حسن اصغر بن سید زید شہید بن امام حسن بن مرتضیٰؓ۔

حضرت داتا گنج بخش نے روحانی کسب کمال کے لیے بیشتر اسلامی ممالک مثلاً عراق، شام، فارس، بغداد آذربائیجان اور ترکستان وغیرہ کا سفر بھی کیا اور وہاں کے اولیائے کرام کی روح پرور صحبتوں سے بھی مستفیض ہوئے۔ خراساں میں آپ تین سو مشائخ سے ملے جن میں خواجہ علی بن الحسین، شیخ ابوطاہر مکشوف، خواجہ ابوجعفر، محمد بن علی اور شیخ احمد بخار سمرقندی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ منازلِ سلوک کے طے کرنے میں جو مجاہدے کیے ان میں سے ایک عجیب و غریب واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں۔

جمال الدین کے نام اپنے ایک مکتوب میں آپ نے اس بات پر زور دیا تھا کہ تلونیات کا چنداں اعتبار نہیں۔ ان میں گرفتار نہیں ہونا چاہیئے کہ کیا آیا اور کیا گیا، کیا کہا اور کیا سنا، مقصود تو دوسری چیز ہے جو گفت و شنید اور دید و شہود سے منزہ اور مبرا ہے۔ انسان کی ہمت بلند ہونی چاہیئے۔ کرنے والا کام تو دوسرا ہے۔ یہ سب خواب و خیال ہے۔ خواب میں اگر کوئی شخص اپنے آپ کو بادشاہ دیکھے تو وہ نفس الامر میں بادشاہ نہیں ہے لیکن اسی طرح کے خواب سے بلند مراتب کے حصول کی امیدواری مترشح

marfat.com

ہوتی ہے۔ حضرت داتا گنج بخش ایک اور موقع پر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شام میں حضرت بلال حبشیؓ کے روضہ مبارک کے سرہانے سو رہا تھا کہ میں نے خواب میں خود کو مکہ معظمہ میں پایا اور دیکھا کہ سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم باب بنی شیبہ سے اندر داخل ہو رہے ہیں اور ایک ضعیف آدمی کو گود میں لیے ہوئے ہیں جیسے کوئی کسی بچے کو گود میں لیے ہوتا ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر حضورؐ کی قدم بوسی کی اور میں حیران تھا کہ گود میں یہ بوڑھا شخص کون ہے۔ آپؐ کو میرے دل کی کیفیت معلوم ہو گئی اور فرمایا کہ یہ تیرا اور تیرے دیار والوں کا امام ہے یعنی ابوحنیفہ۔ اس خواب سے مجھ پر یہ ظاہر ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ گو جسمانی طور پر فانی ہو چکے ہیں مگر احکام شرعی کے لیے ان کا وجود باقی اور قائم ہے اور ان کے حامل پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

عراق میں قیام کے دوران ایک موقع پر حضرت علی ہجویری نے فرمایا کہ دنیا حاصل کرکے لٹا رہے تھے جس کسی کو کوئی ضرورت ہوتی ان کی طرف رجوع کرتا۔ ایسے لوگوں کی خواہش پوری کرنے میں مقروض ہو گئے۔ ایک شیخ نے ان کو لکھ بھیجا کہ اے فرزند اس قسم کی مشغولیت میں خدا کی لگن سے دور نہ ہو جانا اور یہ مشغولیت ہوائے نفس ہے۔ اگر کوئی ایسا شخص ہو جس کا دل تم سے بہتر ہو تو تم ایسے دل کی خاطر کر سکتے ہو مگر تمام لوگوں کے لیے دل کو پریشان نہ کرو کیونکہ اللہ خود ہی اپنے بندوں کے لیے کافی ہے۔ اس پند و موعظت سے ان کو قلبی سکون حاصل ہوا اور خود آپ نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں بھی اس کی تعلیم دی۔ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ مخلوق سے قطع تعلق کرنا گویا بلا سے چھوٹ جانا ہے۔ ایک انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی کی طرف نہ دیکھے تاکہ اس کی طرف بھی کوئی نہ دیکھے۔

اکثر اولیائے کرام اور بزرگان دین کے ساتھ بہت سی کرامات اور معجزات وابستہ ہوتے ہیں مگر حضرت علی احمد ہجویری نے خود اپنی کتاب کشف المحجوب میں معجزات اور کرامات میں فرق بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ معجزہ کا پھل غیر کی طرف لوٹتا ہے اور کرامت کا ثمرہ صاحب کرامت کے لیے ہوتا ہے اور نیز صاحب معجزہ، معجزہ کا یقین کر لیتا ہے اور ولی یقین نہیں کر سکتا کہ وہ کرامت ہے یا استدراج اور نیز صاحب معجزہ اللہ کے حکم سے شریعت کے امر و نواہی کی ترتیب میں تصرف کرتا ہے اور ولی صاحب کرامت کو بجز تسلیم اور قبولِ احکام کے کوئی چارہ نہیں ہے۔ اس واسطے کسی وجہ سے ولی کی کرامت نبی کی شریعت کے حکم کے خلاف نہیں ہو سکتی"۔ اسی سلسلے میں آگے چل کر حضرت علی ہجویری اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ مشائخ کے گروہ اور تمام اہل سنت والجماعت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اگر کسی کافر کے ہاتھ پر معجزہ اور کرامت کے مثل سے کوئی کام خلاف عادت ظہور میں آئے اور اس ظہور کی وجہ سے شبہ کے اسباب منقطع ہوں اور کسی شخص کو اس کے جھوٹ میں شبہ نہ ہو تو جائز ہے جیسا کہ فرعون نے چار سو سال تک عمر پائی اور اس کو اس دوران کوئی بیماری لاحق نہ ہوئی تھی اور پانی اس کے پیچھے اونچا ہوتا تھا جب وہ کھڑا ہوتا تھا تو پانی بھی ٹھہر جاتا تھا اور جب چلتا تھا تو پانی بھی چلنے لگتا تھا مگر ان سب باتوں کے باوجود اس کے دعوی میں عقل مندوں کو شبہ نہیں پڑتا تھا اس لیے کہ اس نے دعوی خدائی کا کیا ہوا تھا اور عقلمند اس حالت میں بحال اضطراری ہوتے ہیں اس لیے خداوند تعالی جسم اور مرکب نہیں ہوتا اور اگر ایسے ہی کام اور اس کے مانند اور بھی بہت فرعونوں سے ظاہر ہوتے تو بھی عقلمندوں کو اس کے دعوے کے جھوٹا ہونے میں شبہ نہ ہوتا اور وہ جو صاحب شداد، ارم اور نمرود کے بارے میں روایت کرتے ہیں اس قبیل سے ہے۔ اس کا قیاس بھی اسی پر کرنا چاہیئے اور اسی کی مثل سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خبر دی ہے کہ آخر زمانہ میں دجال آئے گا اور خدائی کا دعوی کرے گا اور اس کے داہنے اور بائیں ایک ایک پہاڑ چلتا ہوگا۔ داہنے طرف کے پہاڑ پر عمدہ عمدہ نعمتیں ہوں گی اور بائیں طرف کے پہاڑ پر طرح طرح کے عذابوں اور عقوبتوں کا سامان ہوگا اور خلقت کو اپنی الوہیت کی دعوت دے گا اور جو اس کی دعوت کو منظور نہ کرے گا اس کو طرح طرح کے عذابوں میں جکڑے گا اور خداوند تعالی اس کی گمراہی کے سبب خلقت کو مارے گا اور جہاں بھی مطلق حکم چلائے ہوئے ہوگا اگرچہ ان کی بجائے سو گنا خلاف عادت افعال کا اس سے ظہور ہو مگر عقلمند کو اس کے جھوٹا ہونے پر کوئی شبہ پیدا نہ ہوگا"۔

آگے چل کر حضرت داتا گنج بخش اسی موضوع پر کشف المحجوب میں رقم فرماتے ہیں کہ ایک روز صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! پہلی امتوں کے عجائبات سے کوئی عجیب بات ہم کو سنایئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم سے پہلے تین آدمی کہیں جا رہے تھے جب رات کا وقت ہوا تو انہوں نے ایک غار میں قیام کیا۔ جب رات کا کچھ حصہ گزرا اور اس وقت پہاڑ سے ایک پتھر لڑھک کر غار کے منہ پر مثل پوش کے قائم ہوا اور وہ تینوں متحیر ہوئے۔ ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ یہاں سے رہائی حاصل ہونی مشکل ہے۔ ہاں ایک چیز ہمیں رہائی دلا سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اپنے اپنے نیک اعمال کو بیان کرکے خدا کی بارگاہ میں انہیں بطور شفاعت پیش کریں۔ ایک نے کہا کہ میرے ماں باپ زندہ تھے اور میرے پاس دنیا کے مال سے چند بکریاں تھیں ان کے علاوہ اور کوئی چیز میرے پاس نہ تھی اور انہیں بکریوں کا دودھ پلایا کرتا تھا اور میں ہر روز لکڑیوں کا ایک گھٹا لا کر بازار میں فروخت کرتا اور اس کی قیمت سے اپنے ماں باپ کے لیے کھانا خرید کر لایا کرتا تھا۔ ایک رات دیر سے پہنچا، آ کر بکریوں کا دودھ دوہ کر کھانا اس میں بھگو دیا اور ایک پیالہ بھر کر ان کی طرف کھلانے کے لیے آیا تو وہ میرا انتظار کرکے سو چکے تھے۔ میں نے انہیں اٹھانا مناسب نہ سمجھا۔ پیالہ ہاتھوں میں لے کر اس جگہ کھڑا ہو گیا کہ جب بیدار ہوں گے اسی وقت کھانا

marfat.com

کھلاؤں گا، نیند سے بے آرام کرنا اچھا نہیں اور میں نے خود بھی کوئی چیز نہ کھائی تھی، بس وہیں انتظار میں کھڑے کھڑے صبح ہوگئی۔ جب والدین بیدار ہوئے تو میں نے ان کو کھانا کھلایا اور بعد میں خود کھانا کھایا۔ غرض یہ کہ بارِ خدایا اگر میرا یہ عمل تیری بارگاہ میں منظور ہے تو پتھر میں سے شگاف ڈال دے۔ پیغامبر حضورؐ فرماتے ہیں کہ اسی وقت وہ پتھر جنبش میں آیا اور اس میں شگاف ہوگیا۔

دوسرے آدمی نے کہا کہ میرے چچا کی لڑکی تھی، میں اس کے جمال کا عاشق ہوگیا۔ میں نے کئی دفعہ اپنی خواہش کے پورا ہونے کی درخواست کی مگر اس نے مسترد کی۔ میں نے ایک بار موقع پا کر اس کے پاس ایک سو بیس دینار بھیجے تاکہ ایک رات مجھ سے خلوت کرنے والی ہو مگر جب میں اس کے قریب آیا تو میرے دل میں خدا کا خوف پیدا ہوا۔ میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے چھوڑ دیا اور دینار بھی واپس نہ لیے۔ اس نے عرض کی کہ بارِ خدایا اگر میرا عمل تیری بارگارہ میں قبول ہوا ہے تو اس پتھر میں شگاف فرمادے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس وقت پتھر پھر جنبش میں آیا اور پہلے کی نسبت شگاف میں زیادتی ہوئی مگر اتنا شگاف نہیں تھا کہ جس سے باہر نکل سکتے۔

اس پر تیسرے آدمی نے کہا میرے پاس مزدوروں کی ایک جماعت تھی وہ میرا کام کیا کرتے تھے۔ جب کام ختم ہو گیا تو سب مزدوروں نے مزدوری وصول کرلی مگر ایک مزدور بلا کسی وجہ کے غائب ہوگیا۔ میں نے اس کے پیسوں کی ایک بکری خرید لی۔ دوسرے سال دو ہوگئیں اور تیسرے سال چار ہوگئیں۔ ہر سال وہ بڑھتیں۔ چند سالوں میں بہت سا مال جمع ہو گیا۔ پھر وہ مزدور بھی آگیا اور کہنے لگا کہ میں نے ایک سال تک تیری مزدوری کی تھی اب مجھے میری مزدوری دے دو تاکہ میں اپنی حاجت میں اسے صرف کردوں۔ میں نے اسے کہا کہ یہ تمام بکریاں اور مال تیری ہی ملکیت ہے۔ اس نے کہا کہ مجھ سے تمسخرمت کر۔ میں نے کہا کہ یہ سچ ہے کہ ان سب کا تو ہی مالک ہے۔ میں نے تمام مال اس کے آگے لگایا اور وہ لے کر چلا گیا۔ عرض کی کہ خدایا اگر میں نے یہ عمل تیری رضامندی کے لیے کیا تھا تو پتھر کو اتنی مقدار میں ہٹا دے کہ ہم باہر نکل سکیں۔ پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ پتھر اس وقت غار کے منہ سے علیحدہ ہوگیا اور ان تینوں نے نکل کر اپنے گھروں کا راستہ لیا۔

ایک اور مقام پر حکایت بیان کرتے ہیں کہ بصرہ میں ایک رئیس اپنے باغ میں گیا اور اس کی آنکھ اپنے سنار کی حسینہ پر پڑی۔ اس کے خاوند کو اس رئیس نے کسی کام کے لیے باہر بھیج دیا اور اس عورت سے کہا کہ تمام دروازے بند کردو۔ اس عورت نے کہا کہ میں تمام دروازے بند کرسکتی ہوں مگر ایک دروازہ بند نہیں کرسکتی۔ رئیس نے کہا کہ ان دروازوں کے علاوہ اور کونسا دروازہ ہے کہ جسے تو بند نہیں کرسکتی۔ اس نے کہا کہ یہ دروازہ ہمارے اور خدا کے درمیان ہے۔ وہ رئیس پشیمان ہوا اور اس نے اس فعلِ قبیح سے توبہ کرلی۔ مختصر یہ کہ حضرت علی ہجویری نے ولی کی ولایت اور کرامت پر جو مفصل بحث کی ہے اس کا لب لباب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کچھ بندوں کو اپنا دوست بنالیتا ہے اور ان کی صفات یہ ہیں کہ وہ دنیاوی مال و دولت سے بے نیاز ہو کر صرف ذاتِ خداوندی سے محبت کرتے ہیں۔ جب دوسرے لوگ ڈرتے ہیں تو وہ نہیں ڈرتے اور جب دوسرے غمزدہ ہوتے ہیں تو وہ نہیں ہوتے اور جب ایسے لوگ دنیا میں نہیں رہیں گے تو قیامت آجائے گی۔

حضرت علی ہجویری نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں بعض اولیائے کرام کی اور بھی بہت سی کرامات کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ ایک جماعت کے ساتھ کشتی میں سوار تھا۔ میں اس کی صحبت کی خواہش رکھتا تھا مگر اس کی ہیبت مجھے اس کی صحبت سے باز رکھ رہی تھی۔ میں اس سے کلام کی طاقت نہیں رکھتا تھا کیونکہ وہ زمانہ کا بہت ہی نادر انسان تھا اور کوئی بھی وقت اپنی عبادت سے خالی نہ چھوڑتا تھا۔ ایک روز ایک جوان کا ایک بدرہ جواہرات کا کشتی میں گم ہوگیا اور جواہرات کے بدرہ کے مالک نے اس درویش صورت پر تہمت لگائی اور انہوں نے اس پر ظلم کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا۔ میں نے اہل کشتی سے کہا کہ تمہیں اس کے ساتھ ایسی بات روا نہیں رکھنی چاہیئے۔ پہلے مجھے خود اپنے طور پر اس سے دریافت کرلینے دو۔ میں نے اس درویش کو جا کر نرمی سے کہا کہ ان آدمیوں کا خیال تجھ پر ہوچکا ہے اور میں نے ان کو سختی اور ظلم کرنے سے روک دیا ہے۔ اب کیا کرنا چاہیئے۔ اس نے اپنا منہ آسمان کی طرف کیا اور پھر میں نے مچھلیوں کو پانی کی سطح پر اس شان سے دیکھا کہ ان میں سے ایک ایک کے منہ میں جوہر تھا۔ اس درویش نے ایک مچھلی کے منہ سے ایک جوہر لے کر مرد کو دے دیا اور جب کشتی کے آدمیوں نے دیکھا اتنے میں اس مرد نے پانی کی سطح پر اپنا پاؤں رکھ کر چلنا شروع کردیا۔ پس جس شخص نے بدرہ چرایا تھا وہ اہل کشتی میں سے تھا۔ اس نے بدرہ نکال کر اس کے مالک کے سامنے پھینک دیا اور تمام اہلِ کشتی شرمسار ہوئے۔

حضرت علی ہجویری خود فرماتے ہیں کہ ولی اللہ وہی ہوتا ہے جو ہر طرح کے لوب، لالچ اور نفس کی حرص سے آزاد ہو اسرار خداوندی سے آگاہ ہو اور اس سے کرامت ظاہر ہوسکتی ہو۔

حضرت علی ہجویری تمام زندگی تعلقات زن و شوئی سے پاک رہے؟ خود فرماتے ہی کہ ایک سال تک کسی سے غائبانہ عشق رہا مگر جب اس میں غلو پیدا ہونے لگا اور قریب تھا کہ میرا دین تباہ ہوجائے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کمالِ لطف سے اس عشقِ مجازی کے فتنہ سے مجھے بچالیا۔

حضرت شیخ نظام الدین اولیا فرماتے ہیں کہ "شیخ حسین زنجانی اور شیخ علی ہجویری دونوں ایک ہی کے مرید تھے اور ان کے پیر اپنے عہد کے قطب تھے۔ حسین زنجانی عرصہ سے لاہور میں سکونت پذیر تھے کچھ دنوں پر ان کے پیر

marfat.com

نے خواجہ علی ہجویری سے کہا کہ لیاور (لاہور) میں جا کر قیام کرو۔ شیخ علی ہجویری نے عرض کیا کہ وہاں شیخ زنجانی موجود ہیں لیکن پھر فرمایا کہ تم جاؤ۔ چنانچہ علی ہجویری اس حکم کی تعمیل میں لاہور آئے تو رات تھی صبح کو شیخ حسین کا جنازہ باہر لایا گیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لاہور آکر دوبارہ اپنے مرشد کے پاس گئے۔ حضرت داتا گنج بخش زندگی کے آخری ایام تک لاہور میں قیام پذیر رہے اور یہیں پر ابدی نیند سو رہے ہیں آپ کا سن وفات 456ھ ہے۔ آپ کے آستانۂ مبارک پر بڑے بڑے سلاطین اور فرمانروا غلاموں کی طرح ننگے پاؤں آکر حاضریاں دیتے ہیں اور منتیں مانگتے ہیں۔ نو صدیوں کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود لوگ آج بھی جوق در جوق آتے ہیں اور من کی مرادیں پا کر لے جاتے ہیں۔ ہر سال ہجری کی 19 اور 20 صفر کو یہاں عظیم الشان اجتماع ہوتا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ آج بھی حضرت داتا گنج بخش ہجوری کے فیوض روحانی جاری و ساری ہیں اور آپ کے سایۂ عاطفت میں شہر لاہور کی بقا اور رونق عروج پذیر ہے۔ کشف المحجوب کے علاوہ آپ کی دیگر تصنیفات میں منہاج الدین، کتاب الفنا و البقا، اسرار الخرق و عونات، کتاب البیان لاہل العیان، بحر القلوب اور الرعایتہ الحقوق اللہ شامل ہیں۔ شعر و شاعری سے بھی خاصا ذوق فرماتے تھے۔ انہوں نے کشف المحجوب میں بھی اپنے ایک دیوان کا ذکر فرمایا ہے۔

حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رح

آپ کا ۲۴۶ رواں عرس مبارک بھٹ شاہ (سندھ) میں ۱۲ر صفر المظفر ۱۴۱۱ھ بمطابق ۲ر ستمبر ۱۹۹۰ء کو نہایت عقیدت و احترام سے منایا جا رہا ہے۔

برصغیر۔۔۔ خطۂ سندھ کو باب السلام کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خورشید اسلام کی کرنیں سب سے پہلے اسی خطے میں پھیلیں۔ یہاں پر ہی حضرت سخی شہباز قلندر، سچل سرمست، مخدوم محمد معین الدین ٹھٹوی، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی اور شاہ عبداللطیف بھٹائی جیسے متبحر علما اور اولیاء اللہ پیدا ہوئے۔ ان علماء و اولیاء اللہ کی روح پرور شخصیات نے عوام و خواص کے دل موہ لیے اور ان میں زندگی اور معرفت حیات و کائنات کی امنگیں پیدا کیں۔ ان کے گل ہائے فکر و نظر کی مہک نے ہر انسان کے دل و دماغ کو معطر کیا۔

شاہ عبداللطیف بھٹائی ایک صوفی منش اور وحید العصر درویش تھے۔ لوگ آپ کو آج بھی لال لطیف کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ، رجال کلام اور شعر و ادب میں وہ نام پیدا کیا جس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ کی زندگی کا ہر نقش نقشِ جاوداں ہے۔ انسان کی نشوونما کی تعمیر میں پاک خون اور پاکیزگی حسب و نسب کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ شاہ صاحب موصوف کو آپ کی انہی خوبیوں نے عظمت اور بزرگی کی بلندیوں پر پہنچا دیا۔

ہندوستان میں اسلام کو پھیلانے والے سلطان و بادشاہ نہیں بلکہ یہ بزرگانِ دین اور صوفیائے کرام تھے جنہوں نے تلوار کی بجائے اپنی شیریں بیانی اور حسن و اخلاق سے لوگوں کے دلوں کو متاثر کیا۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عربی کا عشق جن اصحاب کے دلوں میں کوٹ کوٹ کے بھرا ہوا تھا اور جنہوں نے کلام سے علم و معرفت کے دریا بہائے ان کو شاہ عبداللطیف بھٹائی جیسی شخصیات ہی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ انہوں نے لوگوں کے دلوں میں اپنے افکار کی جوت جگائی اور مسلمانوں کی تمام عقیدتیں اور محبتیں ہمیشہ کے لیے سمیٹ لیں۔

شاہ عبداللطیف بھٹائی 1652ء میں پیدا ہوئے۔ آپ مغلیہ اور کلہوڑہ دور میں اس دنیا میں تشریف لائے جب اورنگ زیب بادشاہ کا انتقال ہوا تو اس وقت شاہ صاحب کی عمر اٹھارہ سال تھی اور کلہوڑہ خاندان کا جب پہلا حکمران سندھ میں زور پکڑ رہا تھا اس وقت آپ عین عالم شباب میں تھے۔ آپ کی پیدائش سندھ کے ایک گاؤں ہالا حویلی میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام سید حبیب، دادا کا نام سید عبدالقدوس اور پردادا کا نام سید جمال بن سید کریم شاہ تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب ہرات کے سادات خاندان سے متعلق ہے۔ آپ فاطمی سید تھے اور مٹیاری کے رہنے والوں میں سے تھے۔ آپ کی زندگی تصوف اور شریعت کا حسین امتزاج تھی۔ آپ نے عبادات و ریاضت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقلید کی اور اپنی خلوت عبادت اور سکونت کے لیے جنگل میں ایسی جگہ منتخب کی جو ایک ٹیلے کی شکل میں تھی اور چاروں طرف سے خاردار جھاڑیوں سے گھری ہوئی تھی۔ ٹیلے کے نشیبی علاقے جس کو "کراڑ" کہا جاتا ہے وہاں بارش کا پانی جمع ہوجانے کی وجہ سے ایک جھیل بن جاتی تھی۔ سندھی زبان میں ٹیلے کو چونکہ "بھٹ" کہا جاتا ہے اس کی مناسبت سے آپ بھٹائی کہلاتے ہیں۔ آپ نے گھاس پھونس کے جھونپڑے بنا کر اپنی رہائش کا انتظام کیا۔ پہلے پہل آپ کے ساتھ کچھ درویش اور فقیر لوگ بھی رہنے لگے اور سب کی مشترکہ کاوشوں سے اس ٹیلے پر ایک خانقاہ اور مسجد تعمیر کی گئی۔ بعد میں شاہ صاحب اکثر اوقات خلوت میں رہتے اور اپنا زیادہ تر وقت اللہ کی عبادت میں گذارتے تھے اور اب یہی بھٹ ایک گاؤں بلکہ قصبے کی شکل اختیار کر گیا ہے۔

شاہ صاحب نے اپنی ابتدائی زندگی اپنی والدہ کی شفقت و محبت کے زیرِ سایہ اپنے گاؤں ہی میں گذاری۔ معزز خاندانوں میں بچپن سے ہی تربیت کے زریں اصول نسلاً پیش نظر رکھے جاتے ہیں۔ شاہ صاحب کے اندر بھی اپنے حسب و نسب کا اخلاق، نیکی کی دولت، عزت و شرافت کا ورثہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ آپ

marfat.com

کی عادات و اطوار عام سادات سے بالکل مختلف تھے۔ آپ نے اپنی جوانی کے ایام اپنے والد ماجد کے ہمراہ کوٹری میں گذارے اور جوانی کا عالم بڑی بے نیازی سے گذارا۔ آپ کو شروع سے ہی ایسا ماحول ملا جس نے آپ کی فکر اور شخصیت کو جلا بخشی۔ آپ کے والد متمول ہونے کے باوجود منکسر المزاج تھے۔ اگر آپ کے سلسلہ نسب کو مربوط کیا جائے تو آپ مختلف واسطوں سے ہوتے ہوئے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی اولاد میں شامل ہوتے ہیں۔

شاہ صاحب شکیل و جمیل چہرے، سروقد و کشادہ سینہ کے مالک تھے۔ آپ کی ریش مبارک چوکور اور بھری ہوئی تھی۔ جسم مضبوط اور قوت وہمت سے مالامال تھا۔ آپ میں راستگی، نیکی اور جذبہ ترحم وافر مقدار میں موجود تھا۔ یہ آپ کے والدین کی تربیت کا اعجاز تھا کہ آپ کی بات چیت میں نرمی، شیرنی اور ذاتی معاملات میں عجزوانکساری آپ کی فطرت ثانیہ تھی۔ آپ نے اپنی ابتدائی تعلیمات اپنے محترم پدر گاہی سے حاصل کیں۔ تعلیم کے ساتھ عمدہ اخلاقیات کے درس بھی آپ کو اپنے والد صاحب سے ہی ملے۔ انسان دوستی، منکسر المزاجی اور نرم دلی میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ آپ کو مولانا روم سے بڑی محبت اور والہانہ عقیدت تھی۔ جن کی مثنوی کے مطالعہ سے ہی آپ کے اندر تصوف کا شوق پیدا ہوا اور اسی شوق میں آپ نے سیاحت کا ارادہ کیا۔ آپ لسبیلہ، مکران، کچھ، کاٹھیاوار اور جلیل مرے ہوتے ہوئے ملتان پہنچے۔ اس دور کے بڑے بڑے علماء اور اولیاء ان سے مستفیض ہوئے۔ مختلف مکاتیب ذکروفکر کے صوفیہ سے آپ نے ہدایات حاصل کیں۔ آپ بڑے ہی صاحب فہم وادراک تھے۔ آپ علم کی لگن اور عمل کی جستجو کے داعی تھے۔ آپ کا خیال تھا کہ خالق اور مخلوق کی محبت سے عظیم کوئی طاقت نہیں اور اصل مذہب بھی یہی ہے۔ انہی ہمہ گیر مشاہدات نے آپ کی زندگی کو عمل کے سانچے میں ڈھالا اور آپ کے افکار میں وسعت پیدا کردی۔ آپ نے بہت سی علمی کتابوں کا مطالعہ کیا مگر آپ لکھنا نہ جانتے تھے۔ شاہ صاحب نے متعدد اساتذہ کرام سے علم حاصل کیا مگر آپ کے پہلے استاد آخوند نور محمد تھے۔ بعض لوگوں کے نزدیک آپ علم سے بالکل نابلد تھے مگر آپ کے دیوان نے لوگوں کے ان خیالات کی نفی کی ہے۔ آپ کے استاد آخوند نور محمد فرماتے ہیں۔ "شاہ عبداللطیف کی روح میں حق پرستی کا ایک چراغ روشن تھا جس کی روشنی نے ایک عالم کو منور کردیا تھا۔ آپ نے اپنے افکار و علوم کو مختلف زبانوں میں پیش کر کے لوگوں کے اذہان قلوب کو تاباں کیا۔ آپ کو ہر وقت ایک تجسس سا رہتا تھا۔ اسی وجہ سے آپ کے چہرے پر ہر وقت گہری فکر اور سنجیدگی کے آثار عیاں رہتے تھے۔ آپ کے روئے مبارک سے ہر وقت ایک نور سا برستا ہوا محسوس ہوتا تھا۔

1713ء میں کوٹری کے ایک رئیس مرزا مغل بیگ کے محل پر ڈاکہ پڑا۔ ڈاکوؤں نے مال و زر لوٹنے کے ساتھ مرزا مغل کو قتل بھی کردیا۔ سارا گھر بار تباہ ہوگیا۔ اس کی بیٹی بڑی غمزدہ اور مصیبت آگیں تھی۔ جب شاہ صاحب کو مرزا مغل کے گھرانے کی بربادی اور بدحالی کی خبر ہوتی تو آپ اس کی بیٹی کے پاس گئے اور اس کے ساتھ اظہار ہمدردی کے ساتھ اس کو شادی کی بھی پیش کش کی جو اس نے منظور کرلی۔ اس طرح آپ نے ایک ستم رسیدہ اور خزاں زدہ لڑکی سے شادی کر کے ایک خوشگوار فرض ادا کیا۔ آپ خلق خدا پر بذات خود خلیق و شفیق تھے۔ آپ نے کبھی کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی تھی۔ شاہانہ شان و شوکت سے ہمیشہ گریزاں رہے اور سادگی کی زندگی کو پسند کیا۔

تبلیغ کے سلسلوں میں آپ روزانہ کئی کئی میل پیدل سفر کرتے اور راستے میں جتنے گاؤں آتے، قافلے آتے ملتے یا کوئی بھی شخص ملتا اس کو دین کی دعوت دیتے تھے۔ آپ نے سندھ کا سارا علاقہ پیدل گھوما اور لوگوں میں ایمان کے زروجواہر لٹائے۔ یوں اسلام کی اس خدمت نے آپ کی شاعری اور شخصیت میں ایک نکھار پیدا کردیا۔ آپ نگری نگری، قریہ قریہ سفر کر کے اپنا فیض عام پہنچاتے رہے۔ ان کا سفر "سفر وسیلہ ظفر" تھا۔ عمر بھر آپ کے توسل سے نیکی، اعتماد اور پاکیزگی کی دولت لوگوں میں تقسیم ہوتی رہی۔

شاہ صاحب نے قرآنی تعلیمات کے فروغ کے لیے جو خدمات انجام دیں وہ سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہیں۔ سندھی زبان میں آپ نے اسلام کی تبلیغ اور قرآنی تعلیمات کے فروغ و اشاعت کا کام لے کر اس زبان کو غیر معمولی بنادیا۔ اس زبان کو آپ نے اپنے افکار جلیلہ کے ذریعے منصب اولیٰ تک پہنچادیا اور یہ زبان زندہ جاوید ہوگئی۔ آپ کی جدت، ندرت اور انداز بیان نے لوگوں کو مسخر کردیا۔ آپ نے عملی طور پر یہ بات ثابت کردی کہ سندھی اور عربی زبان کا ایک ہی مشن ہے کہ اسلام کی تبلیغ اور قرآنی تعلیمات کی ترویج و اشاعت کی جائے۔ عربی کی طرح سندھی زبان بھی دلکش اور اپنی جامعیت کے سبب زندہ زبان کہلانے کی مستحق ہے۔

شاہ صاحب کی تمام شاعری اسلام کے بنیادی ارکان اور ایمانی عقائد کے عین مطابق ہے۔ آپ نے اپنی شاعری میں پیغمبری کی ترجمانی کی ہے اور ترجمانی بھی سطحی نہیں بلکہ دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے ایمانی جوش و جذبہ کا نتیجہ ہے جس میں انسانیت کے مرجھائے ہوئے پھول تھے جن میں تازگی پیدا کرنے کے لیے آبِ حیات کا عمیق مہران موجزن نظر آتا ہے۔

شاہ عبداللطیف بھٹائی نے اپنے عقیدے اور شاعری میں جگہ جگہ محبوب حقیقی کی اطاعت کی تلقین کی ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے اپنا سچا عشق ہمیشہ قائم رکھا ۔۔۔ اللہ کی قربت آپ کی منزل تھی۔ آپ نے اس منزل کی رسائی کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والاصفات کو ذریعہ بنایا۔ آپ کے نزدیک خدا کی رضا حاصل کرنے کے صرف دو ہی ذریعے ہیں۔ ایک اسلامی لائحہ عمل جس کے تحت کلام

marfat.com

حکیم انتہائی خلوص، فہم اور من حیث المجموع پڑھا اور سمجھا جائے اور پھر احکام خداوندی کی تعمیل کی جائے اور دوسرا ذریعہ سرور کائناتؐ، فخرِ موجودات کی حرمت و اطاعت کا ہے۔ ان دونوں ذرائع کا نام ہی وحدت الوجود ہے۔ توحید کو قرآن کی بنیادی تعلیم قرار دیتے ہوئے شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ "دنیا میں اضطراب اور بے چینی کا صرف ایک علاج صرف توحید کے عقیدے کی استقامت ہے اور اللہ کی ذات پر بھروسہ دلوں کی تسکین کا باعث ہے"۔

آپ کا تصوف زندگی آموز ہونے کے ساتھ زندگی آمیز بھی ہے۔ آپ خدا کے خود بھی سچے عاشق تھے اور آپ کی ہمیشہ یہی خواہش رہی کہ سب لوگ بھی خدا کو صحیح طور پر اور بخوبی پہچان لیں تاکہ بے راہ روی اور گمراہی ان کے قریب سے بھی نہ گذرے۔ آپ کا خیال تھا کہ قرآن مجید کی تعلیمات ہی ہموار اور کشادہ راہ پر سفر کرنے کے لیے حقیقی جذبہ پیدا کرتی ہیں اور یہ جذبہ جب کسی کے اندر پیدا ہوجائے تو پھر وہ اپنی منزل سے کبھی نہیں بھٹکتا۔

شاہ عبداللطیف بھٹائی کے کلام میں اور رحمان بابا، حضرت بابا بھلے شاہ اور حضرت سلطان باہو کے کلام میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ اس سے یہ بات واضح طور پر ذہن میں آتی ہے کہ اسلامی ادب اور ثقافت جامع چیزیں ہیں۔ یک رنگی کے باوجود اس میں تنوع اور تنوع کے ساتھ یگانگت پائی جاتی ہے۔ ان چاروں صوفیاء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی منزل ایک ہی تھی۔ ان کو مسلمانوں کی عظمت کا احساس تھا۔ ان کی ذہنی بیداری اور ان کے دل میں نئی روح پھونکنے کی سب نے کوشش کی ہے۔ ان بزرگان دین نے اپنے کلام سے مسلمانوں کے نفس کی تطہیر، تبلیغ سادات اور تقدس افکار کیا۔ مختلف زبانوں کے باوجود یہ بزرگ ایک ہی چشمہ سے سرشار تھے۔

شاہ صاحب ہر داستان میں انسانوں کو صراطِ مستقیم پر چلنے کا درس دیتے ہیں اور خدا کی خدائی اور وحدانیت کا والا و شیدا بنانے میں مصروف رہے ہیں۔ شاہ صاحب نے سندھی ہو یا اردو اپنے کلام کی دل گرفتگی سوز اور حلاوت میں کوئی فرق نہیں آنے دیا۔ آپ کے الفاظ بانگِ درا اور ضربِ کلیم بن کر دلوں میں اترجاتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ انسان جب بے راہرو ہوجاتا ہے تو قدرت اسے کسی نہ کسی طرح ضرور سزادیتی ہے۔

حضرت سلطان باہو اور بابا رحمان حضرت شاہ صاحب کے ہمعصر بزرگ تھے۔ آپ تینوں کے کلام کا ایک ہی منبع ہے اور وہ ہے ذات الٰہی سے بے پناہ عشق۔ آپ کے کلام میں توحید و رسالت کے رموز پائے جاتے ہیں۔

شاہ صاحب کا ایمان ہے کہ اگر کوئی شخص عشق کو اپنا راہ نما اور ضابطہ اخلاق بنالے تو وہ کامیاب و کامران ہوجاتا ہے۔ آپ کا اپنے دور کے مسلمانوں پر بڑا احسان ہے۔ آپ نے خدا، رسولؐ اور کتاب کا بیک وقت درس دیا۔ اس درس کی بدولت یہ ساری قومیں جو لسانی اعتبار سے جدا جدا ہیں، نظریہ اسلام کی روشنی میں ایک امت کہلاتی ہیں۔ آپ کا کلام پڑھنے کے بعد فکر و تجسس کی راہیں ازخود واضح ہوجاتی ہیں۔ آپ عربی زبان کی شاعرانہ لذت سے بھی آشنا تھے۔ فارسی زبان کا فہم وادراک بھی رکھتے تھے۔

آپ کو دین سے اتنی محبت تھی کہ آپ نے اس کو اخوت کا سرچشمہ سمجھا اور سب کو اتحاد و یگانگت کا درس دیا۔ آپ کا نظریہ فقط ایک تھا اور وہ انسان دوستی سے عبارت نظریہ تھا جس میں پاکیزگی بھی تھی اور سچائی بھی تھی اور دردمندی کے جذبات کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔

درویشوں نے ہمیشہ اخلاقِ حسنہ کا ذکر کیا ہے جو اسلامی تعلیمات کی اساس ہوتے ہیں۔ ان لوگوں نے عشق الٰہی اور اعلیٰ وارفع اخلاق کو لازم و ملزوم قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اللہ نے یہ دنیا بلاوجہ نہیں پیدا کی بلکہ اس کو پیدا کرنے کا مقصد اولیٰ تھا اور اس مقصد اولیٰ کے لیے بھی ایک ضابطۂ اخلاق وضع کیا اور اس ضابطۂ اخلاق کی پابندی سے ہی اخلاق حسنہ اور بلند درجات حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

شاہ صاحب نے لوگوں کو چندروزہ حیات کی وقعت سے آگاہ کرنے کے لیے اور زندگی کے وسیع تر اور جامع تر نظریے کو سمجھانے کے لیے عشق ازلی کا ذکر بڑے ہی پراثر انداز سے کیا ہے۔ آپ کا انداز تصوف کے رنگ سے رنگا ہوا ہے۔ آپ نے اپنے ہی کلام میں معرفت کے رنگ میں بنی نوع انسان کی پوری تاریخ کو سمو کر رکھ دیا ہے۔ آپ نے انسانوں کے لیے ایک مثالی معاشرہ کا مکمل اور واضح تصور پیش کیا۔ آپ نے تمام لوگوں کے عقائد اور فرائض کو مدِنظر رکھتے ہوئے ایک ایسے مسلک کو پھیلانے کی والہانہ کوشش کی ہے جو اعلیٰ اخلاقی اقدار کا سرچشمہ اور پوری انسانی ذات کی محبت اور اخوت کا منبع ہو۔

شاہ عبداللطیف بھٹائی کو غریب طبقہ سے بے حد محبت تھی۔ وہ ان کے دکھ درد کو محسوس کرتے اور اپنی شاعری میں عوام اور غریبوں کی ترجمانی کرتے تھے۔ ایک مرتبہ شاہ صاحب "شابندر" گئے اور وہاں کے کسی گاؤں میں ٹھہرے۔ اس جگہ شتربانوں کے خیمے بھی تھے۔ شاہ صاحب کے سامنے کچھ اونٹ بلبلاتے اور چلاتے ہوئے آئے۔ آپ نے اونٹوں کے مالک سے اونٹوں کے چلانے کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے عرض کی۔ "حضرت! یہاں ڈیرے نامی گاؤں کا حاکم بڑا ظالم ہے۔ اس کے گاؤں کی طرف سے جو بھی اونٹ گذرے وہ ان کی دموں میں کپڑے کے گولے بنوا کر ان گولوں میں آگ لگوا دیتا ہے۔ جب وہ جلنے کی تکلیف سے بلبلاتے ہیں تو وہ بہت خوش ہوتا ہے۔ اس وقت بھی یہ اونٹ اسی تکلیف سے بلبلا رہے ہیں۔ شاہ صاحب کو یہ بات سن کر بہت دکھ ہوا اور اونٹ پر رحم کھاتے ہوئے آپ نے سندھی میں ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا۔ "خیموں والے آباد رہیں جب کہ محلوں والے غارت ہوجائیں۔ میں نے اونٹوں کا دودھ پیا ہے میں اس کی شیرینی کبھی نہیں بھول سکتا۔ شتربان ہمیشہ شادمان رہیں اور ان کو ستانے والے ہمیشہ

marfat.com

دودھ کو ترستے رہیں"۔

پھر شاہ صاحب نے ان اونٹوں کے مالکان سے کہا۔ "میرے بچو! صبر کرو اگر اللہ نے چاہا تو کچھ دنوں تک یہ محل اجڑ جائیں گے اور سارا گاؤں اونٹوں کے بیٹھنے کے لیے رہ جائے گا"۔ شاہ صاحب کی آرزو بہت جلد پوری ہوئی اور پورا گاؤں ڈیرہ نامی اجڑ گیا اور وہاں ہر طرف اونٹ ہی اونٹ نظر آتے تھے۔

شاہ صاحب عاشق کے کردار کی رفعت ومحبت کے دیے گئے درد فراق کی لذت اور درد مندوں سے الفت اور ایسی دیگر کیفیات کو بڑی نفاست ودلکشی کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں محبوب کی باتیں سننا ضروری نہیں ہوتیں بلکہ محبوب کا سکوت ہی سلام اور پیار بھرا انداز گفتگو ہوتا ہے۔ شاہ صاحب کی شاعری کا اصل موضوع وحدت الوجود ہے۔ آپ نے اٹھارویں صدی میں اس نظریہ کو بڑے اعتدال واحتیاط کے ساتھ بیان کیا اور اپنے کلام کو دل آویز طریقے پر پیش کرتے ہوئے احتیاط کا دامن کہیں سے بھی نہیں چھوڑا۔ معرفت حقیقی حاصل کرنے کے لیے بہت سے راستے ہیں۔ کوئی بھی راہ اس کا مشاہدہ کرا سکتی ہے۔ ایک قصر ہے جس کے لاکھوں دروازے اور ہزاروں کھڑکیاں ہیں اور جس طرف نظر اٹھاتا ہوں اس طرف سے خدا کے جلوے نظر آتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ محبوب کو جنگلوں اور صحراؤں میں تلاش کرنا عقلمندی نہیں کیوں کہ محبوب تو شہ رگ سے بھی قریب ہوتا ہے۔ صرف نظریں جھکانے کی دیر ہوتی ہے، فوراً محبوب کا مسکن نظر آجاتا ہے۔ آپ نے معرفت خداوندی اور اسرارالٰہی کو اتنی شگفتگی سے بیان کیا ہے کہ آپ کا کلام جو بھی پڑھتا ہے، سر دھنتا ہے۔ آپ طالبِ مولا اور سچے عاشقِ رسولؐ تھے۔

شاہ عبداللطیف وطن کی محبت کو جزوایمان خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حب الوطنی کو ایمان کی نشانی قرار دیا ہے۔ آپ کو اپنے وطن سندھ سے بھی بڑی عقیدت تھی۔ آپ نے اس دور میں جب فارسی میں شاعری کو امتیاز حاصل تھا، آپ نے سندھی زبان میں شاعری کی۔ یہ آپ کی شاعری آپ کی حُبِ الوطنی کی دلیل ہے۔ آپ کی شاعری کے کمالات ناقابل فراموش ہیں جن میں آپ نے اپنے فکری تصوف کے باریک نکات کو بے حد حسن اور دلکشی کے ساتھ پیش کیا۔ آپ کے اشعار محض اشعار ہی نہ تھے وہ آیات ربانی کی تفسیر تھے اور ان اشعار کو پڑھنے اور سمجھنے والا سیدھا جنت کی طرف جاتا ہے۔

مخدوم محمد معین ٹھٹوی کو شاہ صاحب موصوف سے بڑی عقیدت تھی۔ شاہ صاحب بھی ان کے ساتھ بڑی تعظیم وتکریم کے ساتھ پیش آتے تھے جب بھی مخدوم محمد معین کے پاس شاہ صاحب تشریف لاتے وہ آپ کی پذیرائی کرتے اور آپ کے اعزاز کے طور پر محافل سماع منعقد کرواتے تھے اور کئی کئی روز ایک دوسرے کے ساتھ گذارتے اور معرفت کے اسرار ورموز پر نقد بحث کرتے۔ وہ ایک دوسرے کے نقاط کو حل کرنے کی کوشش بھی کرتے تھے۔ مخدوم صاحب بھی شاہ صاحب کا بڑا احترام کرتے تھے۔ دونوں کی محبت کا یہ عالم تھا کہ جب مخدوم محمد معین کی وفات ہوئی تو شاہ صاحب ان کے قریب تھے اور شاہ صاحب کہتے ہیں کہ اللہ نے مجھے مخدوم محمد معین کی تدفین کے لیے ٹھٹھہ بلایا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شاہ صاحب کو بڑی محبت تھی۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضورؐ سے بڑھ کر طمانیت قلب کا ذریعہ کوئی اور ذات نہیں جو شخص خدا کو نہیں مانتا، حضور سرورؐ کونین پر ایمان نہیں لاتا وہ گمراہ ہے۔ وہ ہمیشہ قہر وذلت میں گرا رہتا ہے۔ سکون اس سے کوسوں دور رہتا ہے اور جو لوگ اپنے دلوں کو رسالت مآبؐ کی ضیاء باری سے منور کرتے ہیں وہ ہمیشہ کے لیے چین و آرام اور راحت وسکون حاصل کرلیتے ہیں۔ آپ نے اپنے کلام میں کئی جگہ بڑی خوبصورت تشبیہوں سے کام لیا۔ آپ کے خیال میں انگارے حکمت اور شراب عشق حقیقی ہے اور ان ہی دو راہوں پر چل کر سالکان طریقت نشہ الفت میں سرشار رہتے ہیں۔ آپ آنحضرتؐ کی ذات کو "کارئی" کے نام سے یاد کرتے تھے۔ "کارئی" کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس دنیا کی تخلیق کا ذریعہ بنی ہے۔ آپ پر درود وسلام بھیجنے والا ہی طمانیت قلب حاصل کرتا ہے۔

شاہ صاحب نے حُب الوطنی کے موضوع کو بیان کرنے کے لیے نئے نئے طریقے اختیار کیے جن سے اہلِ وطن کے قلوب میں محبت کے چراغ روشن ہوئے ہیں۔ ماروی کے پردے میں وہ اپنے ہم وطنوں کو حب الوطنی کا درس دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر بندہ پردیس میں مر بھی جائے تو اس کی مٹی کو وطن میں دفن کر کے غریب رشتہ داروں سے ملا دینی چاہیے تاکہ انسان مر کر بھی اپنی مٹی میں ہی رہے۔

شاہ صاحب درویشی، روحانیت اور عظمت کے علمبردار تھے۔ آپ نے سندھی زبان میں جو

> **شاہ صاحب کی شاعری کا اصل موضوع وحدت الوجود ہے'**

کچھ لکھا وہ صرف سندھی لوگوں کے لیے ہی نہیں بلکہ تمام عالم اسلام کے مسلمانوں کے لیے ہے۔ حضرت شاہ صاحب 1165ھ بمطابق 1752ء میں بھٹ میں ہی اللہ کو پیارے ہوئے۔ وہیں پر آپ کی تدفین ہوئی۔ آپ کا روضۂ اقدس کلہوڑا خاندان کے چوتھے فرمانروا میاں غلام شاہ نے 1754ء میں تعمیر کروایا اور راجہ جیسلمیر نے وہاں پر نوبت لگوائی۔ آپ کی وفات پر آپ کے کئی مرید اس صدمہ کی تاب نہ لاتے ہوئے وفات پاگئے۔ آپ کا عرس ہر سال صفر کے مہینے میں بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

ooooo

marfat.com

عالمِ اسلام کی

عبقری شخصیت

تحریر: مفتی محمد مکرم احمد
شاہی امام وخطیب جامع مسجد فتحپوری
(دہلی)

حضرت مولانا احمد رضا خان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت ایک عظیم اور عبقری شخصیت ہے جس پر ملت اسلامیہ جتنا بھی فخر کرے کم ہے اور ان کے علمی و روحانی فیوض و برکات کی جتنی بھی قدر کرے، کم ہے۔ اس زمانے میں جبکہ ہندوستان کی دینی فضا میں زبردست تموّج تھا۔ ہندوستان و بیرونِ ہند کے مسلمان سیاسی ابتری ذہنی انتشار اور معاشی خلفشار کا شکار تھے، دینی انحطاط کا زمانہ تھا اسلام دشمن طاقتوں نے اس بگڑتی ہوئی صورت حال سے اپنے سیاسی استحکام کے لیے خوب فائدہ اٹھایا یعنی 1857ء کا سال ہندوستانی مسلمانوں کے لیے عظیم المیہ تھا اس وقت اس حادثے سے ایک سال پہلے بریلی کے شہر میں، افغان گھرانے میں ایک اللہ کے نیک بندے کی پیدائش ہوئی جن کا نام احمد رضا رکھا گیا اللہ رب العالمین کی یہ مشیئت رہی ہے کہ جب بھی دین کے خلاف سازشیں ابھریں، طاقتوں نے سر اٹھایا تو مردانِ خدا نے بھی دین کی بھرپور خدمت کر کے ملّتِ اسلامیہ کا سر بلند کیا۔ ہندوستان میں حضرت خواجہ غریب نواز خواجہ معین الدین اجمیری رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کی حیاتِ پاک اور خدمات اس پر شاہد ہیں چنانچہ مولانا احمد رضا خاں رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت بھی اللہ تعالیٰ کی اسی سنت کا ایک حصہ ہے۔ بچپن میں ان کی نیک سیرت، وفطانت اور بہت کم عمری میں علوم معقولہ و منقولہ کی مہارت من جانب اللہ عطا ہوئی تھی۔ آپ کے والد ماجد مولانا علی نقی اور دادا اپنے وقت کے جیّد عالم و فاضل تھے۔ مولانا احمد رضا خان ابھی پورے چودہ سال کے بھی نہیں ہوئے تھے کہ آپ کا شمار مستند علماء میں ہونے لگا تھا۔ بچپن علوم پر آپ کو زبردست مہارت حاصل تھی کہ اس کی مثال نہ اس دور میں ملتی ہے اور نہ آپ کے بعد کسی کو یہ فضل عطا ہوا۔

ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء
فالحمدللہ علی ذلک۔

ان میں سے بہت سے علوم وہ ہیں جن کو آپ نے کسی بھی استاد سے نہیں پڑھا بلکہ تائیدِ غیبی سے یہ حاصل ہوئے آپ اپنے وقت کے بے مثال فقیہ و مفتی اور عدیم النظیر مصنف تھے جن کی تصانیف ملت اسلامیہ کے لیے رشد وہدایت کا سرچشمہ ہوئیں۔ علم الحدیث کے بھی آپ امام ہیں۔ اس فن میں آپ کو جو اعلیٰ مقام حاصل تھا اس پر آپ کی بہت سی تصانیف شاہد ہیں۔

علم فقہ میں آپ کی مہارت، تبحرواستحضار، جُزئیات فقیہہ، ذہانت اور دیانتِ فقیہہ پر آپ کے مخالف بھی معترف ہیں۔ آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ "فتاویٰ رضویہ" بارہ ضخیم جلدوں میں موجود ہے جس میں ہر جلد بڑے سائز کے کئی کئی سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی نظیر عمیق انتہائے مسائل میں کہاں تک پہنچتی تھی۔ آپ کی صرف فقہی تصانیف کی تعداد کئی سو تک پہنچتی ہے۔ علوم منقولہ کے علاوہ خالق کائنات نے آپ کو علوم عقلیہ میں جو کمالات عطا فرمائے تھے وہ ایک حیرت انگیز حقیقت ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت عظیم و نادار الوجود ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اس نابغۂ روزگار شخصیت پر کچھ لکھنا ایک انہیں جیسے وسیع النظر وفقیہہ الدھر کا کام ہے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ چکی ہے جن میں سے ایک معقول حصہ زیور طباعت سے آراستہ ہوچکا ہے اور کافی ذخیرہ اب بھی محتاج طباعت ہے جس کے لیے ہندوستان کے حساس اور دردمند اہل خیر حضرات کوشش فرما رہے ہیں کہ یہ قلمی نوادرات زیور طباعت سے آراستہ ہوں اور ضائع ہونے سے محفوظ رہیں۔ آسمانِ رُشد وہدایت پر فضل و کمال کا درخشندہ آفتاب تقریباً 68 سال اپنی ضیا پاشیوں سے اندھیروں کو اجالوں میں تبدیل کرتا ہوا ماہ صفر المظفر 1340ھ مطابق 1921ء میں غروب ہوگیا۔

اناللہ وانا الیہ راجعون

دو رہا باید کہ تاکود کے ازلطف طبع
عالم گویا شودیا فاصل صاحب سخن

قرنہا باید کہ یک مرد حق پیدا شود
بوسعید اندر خراساں یا اُویس اندر قرن

خداوند قدس اپنے حبیب سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے صدقہ میں حضرت فاضل بریلوی کی خدمات جلیلہ قبول فرما کر ان کے درجات کو بلند فرمائے اور ملت اسلامیہ کو استفادہ کا شوق عطا فرمائے۔

آمین!

OOOO

marfat.com

رام پور شریف (بھارت)

مختصر رپورٹ

حضرت سیدنا حافظ شاہ جمال اللہ صاحب حسنی حسینی قادری نقشبندی مجددی، چشتی، صابری سہروردی، قدس سرہ العزیز،

کے دو سو دو سالہ ۲۰۲ عرسِ مبارک کی ۵ روزہ تقریبات

ماشاء اللہ اس تقریب سعید میں جہاں دنیا بھر سے عقیدت مندوں نے شریک ہو کر فیوض و برکات حاصل کیے، وہاں پاکستان سے بھی حلقہ معصومی یعنی حضور خواجۂ خواجگان امیر شریعت پیر طریقت شہنشاہ نقشبند مبلغ عالم اسلام الحاج حضرت خواجہ محمد معصوم مدظلہ العالی سجادہ نشین دربار عالیہ نقشبندیہ، مجددیہ، نوابیہ، معصومیہ، جمالیہ موہری شریف تحصیل کھاریاں ضلع گجرات کے خدام بھی نہایت ذوق شوق سے اس تقریب میں شریک ہوئے۔

کراچی سے ایک قافلہ زیر قیادت حضرت صوفی محمد اسلام لودھی خلیفہ مجاز دربار عالیہ موہری شریف لاہور پہنچا۔ حضور خواجۂ خواجگان عالمی مبلغ اسلام الحاج حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین دربار عالیہ موہری شریف تحصیل کھاریاں ضلع گجرات پاکستان کی زیر صدارت اس عرسِ پاک کی ۵ روزہ تقریبات کا آغاز و اختتام ہونا تھا لیکن آپ اپنی گوناں گوں مصروفیات اور ناسازی طبع کی وجہ سے رام پور شریف تشریف نہ لے جا سکے۔ حضور خواجہ سرکار مدظلہ العالی نے اپنی جانب سے پاکستان سے جانے والے اس قافلے کی قیادت کی سعادت حضرت صوفی محمد اسلام لودھی خلیفہ مجاز دربار عالیہ موہری شریف کو بخشی اور ارشاد فرمایا کہ میری جانب سے آپ جا کر عرس پاک میں شریک ہو کر مکمل طور پر میری نمائندگی کریں۔ لہٰذا پاکستان سے ۲۱ افراد کا یہ قافلہ ۲۱ اگست ۱۹۹۰ء کو لاہور سے روانہ ہوا۔ جس میں حسب ذیل حضرات گرامی شریک تھے

- محترم المقام حضرت مولانا مولوی محمد عارف صاحب نوری قصوری خطیب پاکستان
- محترم المقام علامہ غلام محمد صاحب معصومی (دوہاڑی)
- حضرت صوفی کریم بخش صاحب معصومی (لاہور)

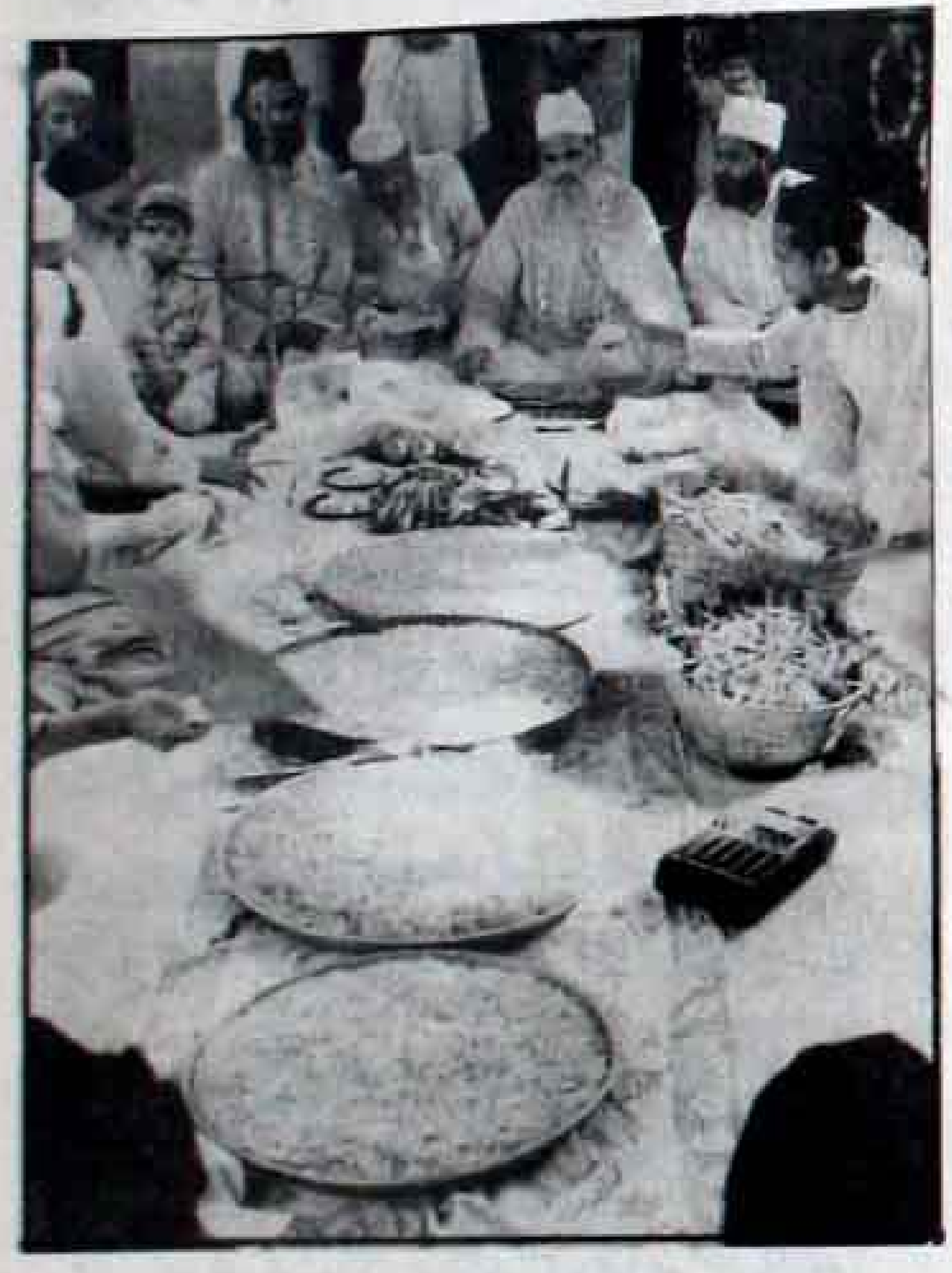

دربار جمالی کے خاص خادم جناب شاہد علی جمالی جن کے مکان سے پرچم لے کر جلوس کی شکل میں بارگاہ جمالی میں حاضر ہوتے ہیں پرچم اٹھانے سے پیشتر ختم خواجگان محفل ذکر اور قل شریف کا اہتمام ہوا۔ ختم خواجگان قاری نذیر احمد صاحب لاہور نے پڑھا۔

محفل ختم شریف میں حضرت سید حافظ تسین احمد صاحب، حضرت صوفی محمد اسلام لودھی، محترم حضرت شاہد میاں صاحب اور قاری نذیر احمد صاحب

جلوس رام پور شہر سے گزر رہا ہے۔ محترم قدیر میاں صاحب اور طاہر جمالی صاحب منقبت پیش کر رہے ہیں۔

marfat.com

دربار عالیہ موہری شریف پاکستان کی جانب سے چادر مبارک کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے خادم دربار موہری شریف حضرت صوفی محمد اسلام لودھی مزار مقدس حضرت شاہ جمال اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر حاضری کے لیے جا رہے ہیں۔

ایک بہت عظیم الشان جلوس ذکر الہٰی کرتا ہوا بارگاہِ جمالی میں حاضری کے لیے آرہا ہے۔ قیادت حضرت حافظ لئیق احمد صاحب سجادہ نشین دربارِ عالیہ جمالیہ فرما رہے ہیں۔ ساتھ میں حضرت صوفی محمد اسلام لودھی خلیفہ مجاز موہری شریف ہیں۔

و حضرت صوفی اعظم صاحب معصومی (لاہور)
و محترم صوفی فضل کریم صاحب (بنوں)
و محترم صوفی محمد رمضان (قصور)
و محترم جمیل صاحب "
و محترم صوفی مقبول صاحب "
و محترم صوفی ذوالفقار صاحب "
و قاری نذیر احمد صاحب (لاہور)
و محترم صوفی عبدالحمید خان (کراچی)
و محترم صوفی صابر حسین "
و محترم محمد عباس صاحب "
و محترم سجاد حسین "
و عابد حسین صدیقی (المعصوم کراچی)
و محترم محمد شعیب صاحب (کراچی)
و محترم علی محمد صاحب "
و محترم بابا نذیر احمد صاحب "
و محترم صوفی عبدالعزیز صاحب "
و محمد نثار صاحب "
و محمد اکرم صاحب "

---

۲۲ اگست کو یہ قافلہ رام پور پہنچا اور حضرت سید شاہ لئیق صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین دربار جمالیہ رام پور شریف کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوا۔ بعدہٗ آپ کی معیت میں بارگاہ سید حافظ شاہ جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ حاضری دی۔ بعد طعام قیام گاہ جو کہ حضرت حافظ لئیق صاحب مدظلہ العالی نے پاکستان کے مہمانوں کے لیے مخصوص فرمائی ہوئی تھی، پہنچایا گیا۔

۲۲ اگست بعد نماز ظہر دربار جمالی کے خادم خاص جناب شاہد علی خان جمالی کے مکان گر طوخان سے پرچم لے کر جلوس روانہ ہوا۔ براستہ پرانا گنج بانس منڈی شفاخانہ، چوکی پاکھڑ سے گزرتا ہوا آستانہ جمالیہ پہنچا۔ بعد نماز عصر رسم پرچم کشائی آستانہ عالیہ جمالیہ کے صدر دروازے پہ بدست حضرت صوفی محمد اسلام لودھی خلیفہ مجاز دربار عالیہ موہری شریف پاکستان ادا ہوئی۔

جلوس چادر پوشی :

۲۳ اگست

ازمزار مبارک حضرت شاہ درگاہی محبوب الہٰی رحمۃ اللہ علیہ،

چادر شریف کا یہ جلوس ذکر الہٰی اور کلمہ شریف کے ذکر کے ساتھ براستہ دو محلہ روڈ بنگلہ آزاد خان، بازار نصر اللہ خان، صفدر گنج، بازار کلاں، کلب گھر، جمال پریس، گویا تالاب، چوکی پاکھڑ سے گزرتا ہوا آستانہ جمالیہ شریف پہنچا۔ مزار پاک پہ چادر پوشی کی گئی۔ بعد نماز ظہر ختم خواجگان محفل ذکر بعد حضرت علامہ مولانا محمد فاروق رضا صاحب رضوی کا ایمان افروز بیان ہوا۔

ہند و پاک طرحی مشاعرہ نعت و منقبت

بعد نمازِ عشا، قلعہ معلّٰی

زیر صدارت حضرت صوفی محمد اسلام خان لودھی خلیفہ مجاز دربار عالیہ موہری شریف پاکستان

مصاریع :

نعت پاک : فرشِ زمیں سے عرش تک انکی نظر میں ہے

منقبت : خدا رکھے تمہارا سنگِ در حافظ جمال اللہ

اس محفل مشاعرہ میں پاکستان کے جن مشہور شعراء کرام نے شرکت فرمائی ان کے اسماء گرامی حسبِ ذیل ہیں۔

۱. جناب محمد رئیس خاں صاحب رئیس جمالی فیصل آباد (پاکستان)
۲. جناب صائم چشتی صاحب (فیصل آباد)
۳. جناب عبدالستار صاحب نیازی

۲۴ اگست

آستانہ عالیہ جمالیہ شریف میں نماز جمعہ ادا کی گئی۔

بعد نماز جمعہ ختم خواجگان خلقہ ذکر، نعت و منقبت،

بعد نماز عصر وعظ حضرت مولانا خلیل الطہر صاحب اشرفی،

بعد نماز مغرب ختم خواجگان حلقہ ذکر، نعت و منقبت،

بعد نمازِ عشا : قلعہ معلّٰی میں زیر صدارت

marfat.com

قلعہ معلّیٰ میں محفل مشاعرہ زیر صدارت حضرت صوفی اسلام لودھی خلیفہ مجاز دربار عالیہ موہری شریف پاکستان برابر میں حضرت صوفی کریم بخش صاحب لاہور پاکستان تشریف فرما ہیں۔

حضرت سید حافظ لئیق احمد صاحب جمال مدظلہ العالی سجادہ نشین دربار عالیہ جمالیہ شریف بھارت کے ہمراہ حضرت صوفی محمد اسلام خان لودھی خلیفہ مجاز دربار عالیہ موہری شریف پاکستان مزار اقدس سیدنا حضرت حافظ شاہ جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ پر حاضری کے لیے جا رہے ہیں۔

حضرت صوفی محمد اسلام خان لودھی خلیفہ مجاز دربار عالیہ موہری شریف پاکستان جلسۂ عام منعقد ہوا۔ جس میں ہند و پاک کے نامور علماء کرام نے تقاریر فرمائیں۔

۲۵ر اگست بروز ہفتہ

۹ بجے صبح زیارت تبرکات شریف

بعد نماز ظہر، ختم خواجگان شریف، شجرہ پاک، محفل ذکر،

بعد نماز عصر وعظ، سوانح حیات حضرت شاہ جمال اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ بزبان محقق دوراں حضرت علامہ مولانا سید شاہد علی صاحب قادری، رضوی، نقشبندی، جمالی ناظم اعلیٰ الجامعۃ الاسلامیہ رام پور شریف

بعد نماز عشاء قلعہ معلّیٰ

جلسۂ عام زیر صدارت حضرت صوفی محمد اسلام خان لودھی خلیفہ مجاز دربار عالیہ موہری شریف پاکستان، جس میں پاکستان کے نامور خطیب حضرت علامہ مولانا محمد عارف نوری صاحب خطیب پاکستان (قصور) کا نہایت ہی مدلل، مکمل اور مفصل ایمان افروز بیان ہوا۔ ہندوستان کے نامور خطیب حضرت مولانا قاری رضی اللہ صاحب چکروبدی نے اپنے مخصوص انداز میں بیان فرمایا۔ دیگر علمائے ہند و پاک نے اپنے اپنے مخصوص انداز میں ارشادات فرمائے۔ نعت ومنقبت بھی ہوئیں۔ اسٹیج سیکریٹری کے فرائض محترم جناب حضرت مولانا خلیل اطہر صاحب اشرفی صدر تنظیم اہلسنت رام پور شریف نے اپنے مخصوص انداز میں انجام دیئے۔ رات تین بجے جلسہ کی کارروائی اپنے اختتام کو پہنچی۔ صدر جلسہ حضرت صوفی محمد اسلام لودھی خلیفہ مجاز دربار عالیہ موہری شریف نے خصوصی دعا فرمائی۔

۲۶ر اگست بروز اتوار

قبل صبح صادق قل شریف

قرآن خوانی ایصال ثواب اور خصوصی دعا برائے اتحاد بین المسلمین

بعد نماز عشاء خانقاہ واحد نواز رح محفل ختم خواجگان، حلقہ ذکر منعقد ہوئی۔ حسب ذیل مشائخ عظام جلوہ گر تھے جن کی برکت سے محفل پاک میں ماشاء اللہ عجیب کیفیت تھی۔

- محترم المقام حضرت سید میاں منصور اعجاز صاحب مدظلہ العالی، سجادہ نشین صابر پاک کلیئر شریف (رڑکی)
- محترم المقام حضرت اختر علی شاہ صاحب مدظلہ العالی مجددی، نقشبندی سجادہ نشین دربار عالیہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سرہند شریف بھارت
- حضرت صوفی لیاقت حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی عرف منے میاں صاحب ابوالعلائی، قادری، چشتی، جہانگیری مرشدنگر سجادہ نشین درگاہ حسنی عزیزی بھتیسوری

بعد محفل ذکر صلوٰۃ وسلام قاری نذیر احمد صاحب پیش کر رہے ہیں، برابر میں محترم علامہ غلام محمد صاحب کھڑے ہیں۔

marfat.com

قلعہ معلّی رام پور شریف بھارت میں جلسہ عام سے محترم حضرت مولانا محمد عارف صاحب نوری خطیب پاکستان خطاب فرما رہے ہیں۔ حضرت صوفی محمد اسلام لودھی خلیفہ مجاز دربار عالیہ موہری شریف صدارت فرما رہے ہیں۔

شریف رام پور

و سید محمد دلشاد نسیم (رحمان بابا سوات کی اولاد پاک سے ہیں) سجادہ نشین زیارت خرمہ رام پور شریف۔

یہ محفل پاک رات ۱۱ بجے اختتام پذیر ہوئی اس طرح یہ محفل پاک عرس پاک کی آخری تقریب تھی۔ یہاں سے تمام احباب مزار پاک پر حاضر ہوئے فاتحہ خوانی اور صلوٰۃ وسلام کے بعد دربار عالیہ موہری شریف کی جانب سے مزار پاک پر حضرت حافظ شاہ لئیق صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین دربار عالیہ جمالیہ کی معیت میں چادر چڑھائی گئی۔ اور حضرت لئیق صاحب نے دُعا فرمائی۔ محترم حضرت محمد اسلام صاحب لودھی محترم محمد عارف صاحب نوری، محترم جناب قاری نذیر احمد صاحب، محترم جناب کریم بخش صاحب، محترم حضرت محمد اعظم صاحب، محترم جناب علامہ غلام محمد صاحب کو حضرت حافظ لئیق صاحب سجادہ نشین دربار عالیہ جمالیہ نے اپنے دستِ مبارک سے دستار بندی فرمائی اور تبرکات عطا فرمائے اور خصوصی دعاؤں کے ساتھ بذریعہ بس رات ۱۲ بجے روانہ فرمایا۔

۲۷ اگست کی رات بمقام حسنین آباد جامع مسجد غوثیہ میں حضور خواجہ خواجگان الحاج حضرت محمد معصوم صاحب مدظلہ العالی کی زیر صدارت محفل ذکر و میلادِ مصطفےٰ کا اہتمام کیا گیا۔ انڈیا سے آئے ہوئے تمام احباب نے اس محفل پاک میں شرکت کی خواجہ سرکار نے خصوصی دُعا فرمائی۔

اس عرس پاک کی مبارک تقریب سعید میں جن مشائخ عظام نے شرکت فرمائی ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں،

○

حضرت سید میاں منصور اعجاز صاحب
مدظلہ العالی چشتی صابری
سجادہ نشین دربار عالیہ صابریہ
کلیر شریف (انڈیا)

○

رہبر شریعت وارث مسند قادریت
حضرت شاہ محمد ثقلین میاں صاحب
قادری جمالی، بشیری، بشری، شرافتی
مدظلہ العالی بریلی شریف

○

حضرت صوفی لیاقت حسین شاہ صاحب عرف منے میاں مدظلہ العالی
ابوالعلائی، قادری، چشتی، جہانگیری سجادہ نشین درگاہِ حسنی عزیزی بھتیسوری شریف ضلع رام پور شریف

○

حضرت سید اختر علی شاہ صاحب
مدظلہ العالی مجددی، نقشبندی،
سجادہ نشین دربار عالیہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سرہند شریف

ڈاکٹر اکرام صاحب (آنکھوں کا ہسپتال پیر محل) کو صدمہ

۱۹ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ کو ڈاکٹر اکرام صاحب کے چھوٹے بھائی شمس صاحب اور دیگر ۴ ساتھی بذریعہ کار حضرت سلطان باہوؒ کے دربار پر حاضری کے لیے گئے۔ فاتحہ خوانی کے بعد واپسی پر ٹریفک حادثہ میں موقع پر ہی جاں بحق ہو گئے (انا للّٰہ وانا الیہ راجعون)۔ ڈاکٹر اکرام صاحب حضور خواجہ محمد معصوم صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین دربارِ عالیہ موہری شریف کے نہایت عقیدت مند اور دیرینہ خادم اور حضور خواجہ سرکار مدظلہ العالی کے منظورِ نظر ہیں۔ ۱۶ اگست ۱۹۹۰ء کو حضور خواجہ سرکار پیر محل تعزیت اور فاتحہ خوانی کے لیے تشریف لے گئے۔

ادارہ المعصوم کے تمام اراکین و کراچی شہر کے حلقہ معصومی کے تمام خدام ڈاکٹر اکرام صاحب کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور دعاگو ہیں کہ مولائے کریم مرحومین کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو صبرِ جمیل کی توفیق عنایت فرمائے (آمین)۔

کراچی کی محفل ذکر وختم خواجگان میں مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی گئی۔

(ادارہ المعصوم)

marfat.com

حضور خواجہ سرکار مدظلہ العالیٰ کی مصروفیات،

پیر طریقت ، رہبر شریعت ، عالمی مبلغ اسلام قیوم پنجم بانی ذکر بالجہر خواجۂ خواجگان

الحاج **محمد معصوم** صاحب مدظلہ العالیٰ

سجادہ نشین دربار عالیہ موہری شریف تحصیل کھاریاں ضلع گجرات (پاکستان)

کی زیر صدارت و زیر سرپرستی

انشاء اللہ العزیز ۱۳ واں سالانہ

عرس پاک،

سلطان العارفین، زبدۃ السالکین، حجۃ الکاملین سند الواصلین المخدوم **السیّد علی مخدوم ہجویری** کا

المعروف **داتا گنج بخش** رحمۃ اللہ علیہ لاہور

و

امام ربّانی، قندیل نورانی، شہباز لامکانی، خزینۃ الرحمۃ،

حضرت **مجدّد الف ثانی** شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

۹ ستمبر ۱۹۹۰ء بروز اتوار بعد نماز عشاء بمقام آستانہ معصومیہ اللہ ہو والا ڈیرہ چوک نقشبندیہ سلطان پورہ لاہور ، نہایت شان و شوکت سے منایا جا رہا ہے ، تمام یاران طریقت اور عقیدت مندوں سے شرکت کی اپیل ہے ،

۱۰ ستمبر ۱۹۹۰ء انشاء اللہ حضور خواجہ سرکار مدظلہ العالی لاہور سے بذریعہ ہوائی جہاز ملتان تشریف لے جائیں گے جہاں محترم جناب رشید اصغر کھوکھر صاحب کوٹھی نمبر ۵۔۱۰ خالد کالونی ملتان کی والدہ ماجدہ کے چہلم میں دعائے مغفرت فرمائیں گے اور ملتان میں ہی محترم صوفی اللہ بخش صاحب کے فرزند جو بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں، ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں گے۔ اور واپس بذریعہ ہوائی جہاز لاہور جلوہ افروز ہوں گے۔

۱۱ ستمبر ۱۹۹۰ء عرس پاک حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت فرمائیں گے۔ شام کو الحاج نصیر احمد صاحب چغتائی، نصیر پیلس نصیر اسٹریٹ اسلام گنج لاہور محفل پاک کا اہتمام ہوگا۔

۱۲ ستمبر ۱۹۹۰ء حضور خواجہ سرکار مدظلہ العالیٰ لاہور سے انشاء اللہ کوہ مری کے لیے روانہ ہوں گے۔

کوہ مری سے دربار عالیہ موہری شریف روانگی،

۱۶ ستمبر ۱۹۹۰ء انشاء اللہ حضور خواجہ سرکار مدظلہ العالیٰ مری سے دربار عالیہ موہری شریف تحصیل کھاریاں ضلع گجرات (پاکستان) جلوہ گر ہوں گے۔

مستقل قیام دربار شریف رہے گا ، تمام احباب دربار عالیہ موہری شریف سے رابطہ رکھیں یا فون کرکے معلومات حاصل کریں۔ فون نمبر براہ راست ۲۲۵۳ — ۰۵۷۷۱ (کوڈ نمبر)

براستہ ایکسچینج ۲-۱ EXT ۴۲۲۳ (آپریٹر) - ۰۴۳۳۱ (کوڈ نمبر)

marfat.com

اصلاحِ معاشرہ کا طریقہ

تحریر: ناصر الدین، شعبہ معارف اسلامیہ جامعہ کراچی

انبیاء و رسل علیہم السلام کی بعثت کا مقصد مخلوق کو خالق کائنات سے روشناس کرانا، اس کے احکام پر عمل کرکے دکھانا، معاشرتی برائیوں کو ختم کرنا اور ایسا نظام زندگی دینا تھا جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہو اور انسان کے لیے آسان اور بہترین ہو۔

تمام انبیاء و رسل کی بنیادی تعلیمات توحید، رسالت، ملائکہ پر ایمان، کتب الٰہیہ پر ایمان، آخرت پر ایمان، تقدیر کی اچھائی یا برائی منجانب اللہ ہونے پر ایمان اور مرنے کے بعد حساب دے کر جزا یا سزا پانے پر ایمان لانے پر مشتمل تھیں۔ اس کے علاوہ برائیوں سے اجتناب کرتے ہوئے اعمالِ صالحہ کرنا اور انہیں (اپنی امت کو) بہترین زندگی گذارنے کے عملی طریقے بتانا ان کے تبلیغی فرائض میں شامل تھا۔

انبیاء و رسل نے اصلاح معاشرہ کے لیے جو کوششیں کیں اور جن صلاحیتوں کا استعمال کیا ان کا ذکر قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں کیا گیا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی اصلاحی کوششوں کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "انہوں نے کہا اے میری قوم! بھلا یہ بتاؤ اگر میں روشن دلیل پر ہوں اپنے رب کی طرف سے اور اس نے مجھے عطا کی ہو اپنی جانب سے عمدہ روزی اور میں نہیں چاہتا کہ خود تمہارے خلاف کرنے لگوں اس کام میں جس سے تمہیں روکتا ہوں مگر میں صرف تمہاری اصلاح چاہتا ہوں اور مجھے توفیق صرف اللہ کی جانب سے ہے۔ اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں"۔

تفسیر: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنی تفسیر "ابنِ عباس" میں فرماتے ہیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام کثیر المال تھے لہٰذا آپ نے مال یا کسی اور چیز کے لالچ میں دینِ حق کی تبلیغ نہیں فرمائی بلکہ حکمِ الٰہی بجاآوری کرتے ہوئے اپنے منصبِ نبوت کا فریضہ بہترین طریقے سے ادا کیا۔

درج بالا آیت کی روشنی میں "اصلاح معاشرہ" کے لیے مندرجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

> اللہ پر بھروسہ کرو بے شک اللہ بھروسہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

1۔ اخلاص

اصلاح معاشرہ کے لیے مصلح میں خلوص نیت اور بے لوثی کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اس کے ذہن میں ملک و ملت کی انفرادی و اجتماعی فلاح و بہبود کا جامع تصور موجود ہونا چاہیے اور کسی بھی ذاتی مفاد یا لالچ سے مبرا ہو کر پردرد و موثر انداز میں قولی و فعلی طور پر یقین کے ساتھ اصلاح معاشرہ کی مسلسل کوششیں کرتے رہنا چاہیے۔

نصیحت بے اثر ہے گر نہ ہو درد
یہ گر ناصح کو بتلانا پڑے گا

(حالی)

2۔ نیک کردار

مصلح کو خود سب سے پہلے اپنی سیرت کی تعمیر کرنا چاہیے اور ایسے نیک کردار کا حامل ہونا چاہیے کہ کوئی اس پر کسی قسم کی تہمت یا الزام لگانے کا تصور بھی نہ کرے۔ یہ اس وقت ممکن

> انسان صرف اللہ تعالیٰ ہی کو نافع اور ضار سمجھے تو وہ بلا دھڑک ہر جگہ حق بات کہہ سکتا ہے۔

ہوگا جب مصلح ہر قسم کے دنیاوی جاہ و منصب اور مال و دولت کے حصول کی خواہش سے دور رہے۔ تمام مصلحین صرف اسی صورت میں کامیاب ہوئے جب انہوں نے صرف رضائے الٰہی کے حصول کے لیے "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" کا فریضہ انجام دیا اور پہلے خود اپنی کردار سازی کی اور دنیا کی فانی چیزوں کی طرف توجہ نہ کی کیوں کہ وہ جانتے تھے۔

فتنے کی جڑیں ہیں تین
زر ہے، زن ہے اور زمین

اس کے علاوہ انہوں نے اپنے آپ کو نفس، شیطان اور عورتوں کے جال سے بچایا۔

بقول اس عاجز:

راہ خدا میں ان سے بچنا
نفس و شیطاں، عورت و دنیا

3۔ حق گوئی و بے باکی

اصلاح معاشرہ کے لیے مصلح کو مصلحت کوشی سے بچ کر ہر موقع پر برملا کلمۂ حق بلند کرنا چاہیے۔ اگر اللہ کے سوا کسی اور مخلوق کا کوئی خوف دل میں نہ ہو اور انسان صرف اللہ ہی کو نافع اور ضار سمجھے تو وہ بلادھڑک ہر موقع پر حق

marfat.com

بات کہہ سکتا ہے اور نیک کام کر سکتا ہے۔

بقول اقبال:

مردِ حق باطل کے آگے مات کھا سکتا نہیں
سر کٹا سکتا ہے لیکن سر جھکا سکتا نہیں

اور

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

بقول اس عاجز کے:

کسی سے وہ نہیں ڈرتے کہ جو اللہ سے ڈرتے ہیں
جو اللہ سے نہیں ڈرتے وہ ہر اک سے ڈرتے ہیں

لہذا جب انسان کا کردار بے داغ ہو اور اس کے دل میں سوائے اللہ کے کسی اور کا ڈر نہ ہو تو وہ اپنے دائرہ کار میں "اصلاح معاشرہ" کی موثر اور بھرپور کوشش کر سکتا ہے۔

4۔ توکل اللہ و رجوع الی اللہ

مصلح و مبلغ کے لیے سب سے اہم صفت متوکل ہونا ہے۔

اگر مصلحین اللہ تبارک و تعالیٰ پر کامل بھروسہ کرتے ہوئے اصلاح معاشرہ کی کوششیں کریں تو کوئی وجہ نہیں معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ نہ بن جائے اس لیے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اس کے لیے کافی ہے۔ ایک اور مقام پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے کسی بھی کام کو کرنے سے پہلے اس پر بھروسہ کرنے کا حکم دیا ہے"۔

ترجمہ: "تو جب تم پکا ارادہ کرو تو اللہ پر بھروسہ کرو بیشک اللہ پسند کرتا ہے بھروسہ کرنے والوں کو"۔ (آل عمران آیت۔159)

انبیاء و رسل علیہم السلام تن تنہا صرف اللہ کے بھروسے پر تبلیغ دین اور اصلاح معاشرہ کے لیے کھڑے ہوئے، مصیبتوں اور پریشانیوں پر صبر کیا اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے رجوع کیا۔ لہذا اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے بھروسے کی لاج رکھی اور انہیں عالمگیر کامیابیاں عطا فرمائیں۔

اسی لیے تمام مصلحین و مبلغین کو اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ کرتے ہوئے اصلاحِ معاشرہ کی پوری پوری کوششیں کرنی چاہیئں اور ہر وقت ذکر و فکر اور دعاؤں کے ذریعے اللہ سے رجوع کرتے رہنا چاہیے تاکہ وہ انہیں اصلاحی کوششوں میں کامیاب کرے۔

غرض یہ کہ اصلاحِ معاشرہ کے لیے ہر مصلح کو مخلص، متقی، باکردار، عادل و منصف، امرونا ہی، حق گو، نڈر و بے باک اور متوکل و منیب ہونا چاہیے اور وہ انبیاء و رسل علیہم السلام، صحابہ کرام و اہلِ بیت اطہار رضوان اللہ علیہم، علمائے کرام علیہم الرحمہ اور اولیاء عظام علیہم الرحمہ کی پیروی کرتے ہوئے وہی طریقے اپنائے جو ان عظیم مصلحین نے اختیار کیے تھے تاکہ کم از کم مسلمانوں کے ملک میں تو اسلام کی برکتوں کے اثرات نظر آئیں اور لوگ سکھ کا سانس لے سکیں۔

00000

اچھی بائنڈنگ ۔ کم وقت میں

شفیع برادرز بک بائنڈنگ سروس

۸۳-۸۲ ۔ ھاکی اسٹیڈیم ۔ کراچی

فون : ۵۲۶۳۹۸

marfat.com

جنگ ستمبر ۶۵ء کے ۱۷ دن

فاطمہ ثریا بجیا

جنگ کرنا محض بربریت ہے۔

لیکن حملہ آور کے مقابلے میں اپنا دفاع کرنا ہر قوم اور قوم کے ہر فرد کا اعلیٰ ترین انسانی فریضہ اور بہترین اخلاق ہے۔

۶ ستمبر ۶۵ء میں پاکستان نے اپنا دفاع کیا تھا۔ چھوٹے ملک اپنے سے دس گنا بڑے ملک پر حملہ آور نہیں ہوتے۔

چھوٹے ملک اور اس ملک میں آباد قوم محض اپنا دفاع کرتی ہے۔ ۶ ستمبر کے سترہ دن کی جنگ میں.... پاکستان نے صرف اپنا دفاع ہی نہیں کیا تھا بلکہ من حیث القوم باہمی محبت، ملی غیرت و حمیت، مثالی جرأت اور احساسِ عزتِ نفس کے کندن کو بھی وقت کی کسوٹی پر پرکھا تھا۔ اگر یہ سترہ دن پاکستان کے مسلمانوں کی تاریخ سے نکال دیئے جائیں تو سخت کم مائیگی کا احساس ہوگا۔ یہ سترہ دن ملّت بیضا کی شیرازہ بندی کا ثبوت ہیں۔ دس کروڑ مسلمانوں کے عہدِ وفا اور سوزِ ایمانی کی شہادت ہیں۔

بائیس برس پہلے جب پاکستان کی عمر صرف اٹھارہ برس تھی ایک ایسی قوم یہاں آباد تھی جو ملک کے دُور دراز دو حصّوں میں بٹے ہوئے ہونے کے باوجود یکجان اور ایک جسم تھی ملک کی حفاظت کے لیے ہمت ایک جیسی ایمان کے نام پر مَر مٹنے کے لیے تڑپ ایک جیسی نہ کوئی صوبہ تھا نہ صوبے کا ٹھیکیدار، نہ قومیتیں تھیں اور نہ چھوٹی چھوٹی قومیتوں اور برادریوں کے مفاد پرست قائدین دس کروڑ مسلمان تھے جن کی فکر ایک جیسی تھی جن کے دل ایک ساتھ دھڑکتے تھے۔ ان سترہ دنوں میں... اگر پنجاب و سرحد و بنگال کے کسی دُور افتادہ گاؤں میں کسی شہید کا جنازہ اٹھتا تھا تو ملک کے طول و عرض میں لوگ سوگوار بھی ہوتے تھے اور اپنے شہید کی عظمتوں کے اعتراف کے لیے سربلند بھی ہو جاتے تھے۔ انہی سترہ دنوں میں پاکستانیوں کی پاکستان سے محبت، ان کا اتحاد، ان کی بقاء کی طاقتیں دشمن کو لرزہ براندام کر گئیں۔ ہم نے بدلتے وقت سے آنکھیں موند لیں اور دشمنوں نے ہماری

marfat.com

تباہی اور لوٹ کھسوٹ کا نیا سیاسی طریق کار اپنا لیا۔ دنیا کو حیرانی یہ بھی کہ یہ قبائلی ذہن رکھنے والی برادریوں کے غرور سے پارہ پارہ قوم اٹھارہ برس کے مختصر عرصے میں ایک ناقابلِ تسخیر چٹان کیسے بن گئی ہے؟ سرحدوں پر آگ اور خون کی بارش ہو رہی تھی گھروں سے جوان بیٹوں اور شوہروں کے جنازے اٹھ رہے تھے اور ملک کا محنت کش مزدور اپنے معاوضے سے بے نیاز ہو کر رات اور دن فیکٹریوں میں کام کر رہا تھا۔ گھر والیاں رات اور دن گھروں سے بے نیاز ہو کر فوج کے جوانوں کے لیے ضروریاتِ زندگی جمع کر رہی تھیں۔ جنگ میں عہدِ وفا نے جشن جیسا سماں پیدا کر دیا تھا۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن، ادیبوں شاعروں گلوکاروں اور موسیقاروں نے جذبۂ حب الوطنی اور غیرتِ قومی سے سرشار ہو کر ایک ایسی طاقتور آواز بن گئے تھے کہ بچے بوڑھے کی زبان پر ملی نغموں کے بول تھے کچھ لوگ کہتے ہیں جو ادب جذباتی اور ہنگامی ہوتا ہے۔ وہ پائیدار نہیں ہوتا لیکن بائیس برس پہلے لکھے گئے تمام نغمے اور ترانے آج بھی زندہ ہیں اور جب بھی کسی نغمے کی صدا سنائی دیتی ہے تو ذہن و دل جاگ پڑتے ہیں۔ ان سترہ دنوں میں جو کچھ نغمہ و شعر کی صورت میں لکھا گیا تھا۔ وزارتِ اطلاعات نے ایک مجموعے جنگ ترنگ میں جمع کر دیا تھا اس مجموعے کی ترتیب و تدوین میرے سپرد کی گئی تھی۔ نظموں اور گیتوں کو موضوع کے حساب سے تقسیم کر دیا گیا تھا۔ مثلاً کسی نظم اور ترانے کا موضوع لاہور، سرگودھا، سیالکوٹ شہر تھے کچھ وطن کے نغمے اور کشمیر کی آزادی کے نغمے تھے۔ ہر موضوع کے تعارف کے لیے نثر سے کام لیا گیا تھا اس نثر میں قدیم مسلمان عرب شعراء کی شاعری کے نثری ترجمے بھی پاکستانی قوم کے احساسات کو اجاگر کرنے کے لیے شامل کیے گئے تھے مسلمان مختلف ملکوں میں ہو سکتے ہیں لیکن ان کا احساس ان کی فکر عالمگیر بھی ہے اور دنیا کی ایک بہت بڑی اکائی بھی۔

وہ انہوں نے ماتھے سے خون نکالنے کے

سیالکوٹ

بجائے زمین کے خون آلود پیرہن میں اپنی انگلیاں ڈبو لیں اور اپنی پیشانیوں پر حشم کے نشان کھینچے۔ یہ انہوں نے قسم کھائی ہے کہ وہ بے گناہوں کے خون کا بدلہ لیں گے۔ انہوں نے علم کو بوسے دیئے۔ اسے بلند کیا اور اپنی نگاہیں افق پر جما دیں یہ بھی ان کی قسم ہے کہ وطن کے نام کا بول بالا کریں گے۔

انہوں نے ہم قدم ہو کر قدم آگے بڑھائے اور تکبیر سے آسمان کے گنبد کو ہلا دیا یہ بھی ان کی قسم ہو گئی کہ وہ خدا کا نام لے کر غالب رہیں گے۔

میرے پاس کیا تھا جو میں سیالکوٹ کے مجاہدوں کو نذر کر دوں میں نے اپنے قلم کی نوک زمین پر بہتے ہوئے خون سے رنگ لی۔ یہ میری قسم تھی کہ اس وقت تک عظمت اور فتح مندی کے گیت گاتا رہوں گا جب تک میری سانس میرا ساتھ دے گی۔ میں نے سپاہیوں سے دشمن کی عظیم طاقت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے یک زبان ہو کر جواب دیا۔

"پانی کے ٹکراؤ سے موجیں دیواروں کی طرف کھڑی ہو جاتی ہیں لیکن یہ موجیں نہ ساحل بن سکتی ہیں نہ ہی پشتے کا کام دے سکتی ہیں۔"

ان کی ہمتیں دیکھ کر میری آنکھوں میں خوشی سے آنسو آ گئے۔ ناامیدی میں اگر کوئی ڈھارس بندھائے تو ضبط کے بند ٹوٹ جاتے ہیں اور پھر اگر کوئی یہ بات کہے جو موت کو حیاتِ ابدی سمجھ کر زندگی کو بے قیمت سمجھ لے۔۔۔ میرا دل چاہا کر میں پیروں کی گرد کو اپنا نشانِ حشم بنا لوں۔

میں سڑک کے کنارے کھڑا ہوا ان مجاہدوں پر پھول نثار کر رہا تھا اور ان کے دستے گرد کی دیوار سے آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔

دھماکوں سے میرے پیروں کے نیچے مٹی سرک رہی تھی۔

قیامت کی شکل ایسی ہی ہو گی۔

لوگ کہتے تھے کہ دنیا نے دوسری بار انسان اور فولاد کی اتنی بڑی لڑائی دیکھی ہے۔ لوگ بھولتے ہیں انہوں نے فولاد اور فولاد کی لڑائی دیکھی تھی۔ فولاد اور انسان کی تو یہ پہلی ہی جنگ تھی۔ حملہ سخت تھا۔

مگر اس حملے کا جواب بے مثال تھا اور قیامت کے دن کی طرح فیصلہ کُن۔

اس قدر تپش تھی کہ دشمنوں کا خون بہنے سے پہلے خشک ہو جاتا تھا۔

دشمنوں کا فولاد اس تپش سے پگھل گیا تھا۔

اللہ اللہ سوزِ محبت کیسے کیسے کرتبے دکھا سکتا ہے۔ موت کو یوں کھیل بھی بنا سکتا ہے۔؟

گھوڑوں پر جانے والے کئی سوار کندھوں پر لوٹ کر آئے۔

میں نے ان سے کچھ پوچھنا یوں مناسب نہ سمجھا کہ ان کے جسم ابدی میٹھی نیند سو رہے تھے مگر ان کے چہرے کی مسکراہٹ ان کا اعتماد اور اطمینان نئی زندگی کی اور اس بات کی شہادت دے رہے تھے کہ اب ہماری طرف دشمنوں کی نظریں اس طرح کبھی نہیں اٹھیں گی وہ کوئی اور حیلہ تراشے گا کوئی اور جال بنے گا۔

قسم ہے ان شہیدوں کے اطمینان اور شادمانی کی میں اپنے جسم کے پنجرے سے آزاد ہو کر انہی کا ہم سفر ہو جانا چاہتا ہوں۔ اس وطن کے مقابلے میں جان کی قیمت کیا ہے؟

کیسے سچے ہیں یہ شہید کہ جو سوچا کر دکھایا اور جو دکھایا وہ تاریخ کے صفحوں سے مٹایا نہیں جا سکتا۔

ٹھیک ہی تو کہا تھا سپاہیوں نے "مہیب موجیں دیواروں کی طرح اونچی تو ہو سکتی ہیں لیکن نہ ساحل بن سکتی ہیں نہ ہی پشتے کا کام دے سکتی ہیں۔

میں فتح مند اور سرخرو ہوں میں نے بستی والوں کو نئی زندگی کی خبر دی ہے ہم نے مسجدوں میں چراغاں کیا ہے اور ان راستوں کو منور کر دیا ہے جہاں سے شہیدوں اور غازیوں کے جلوس نکلے تھے ہم نے شکر کے اتنے سجدے

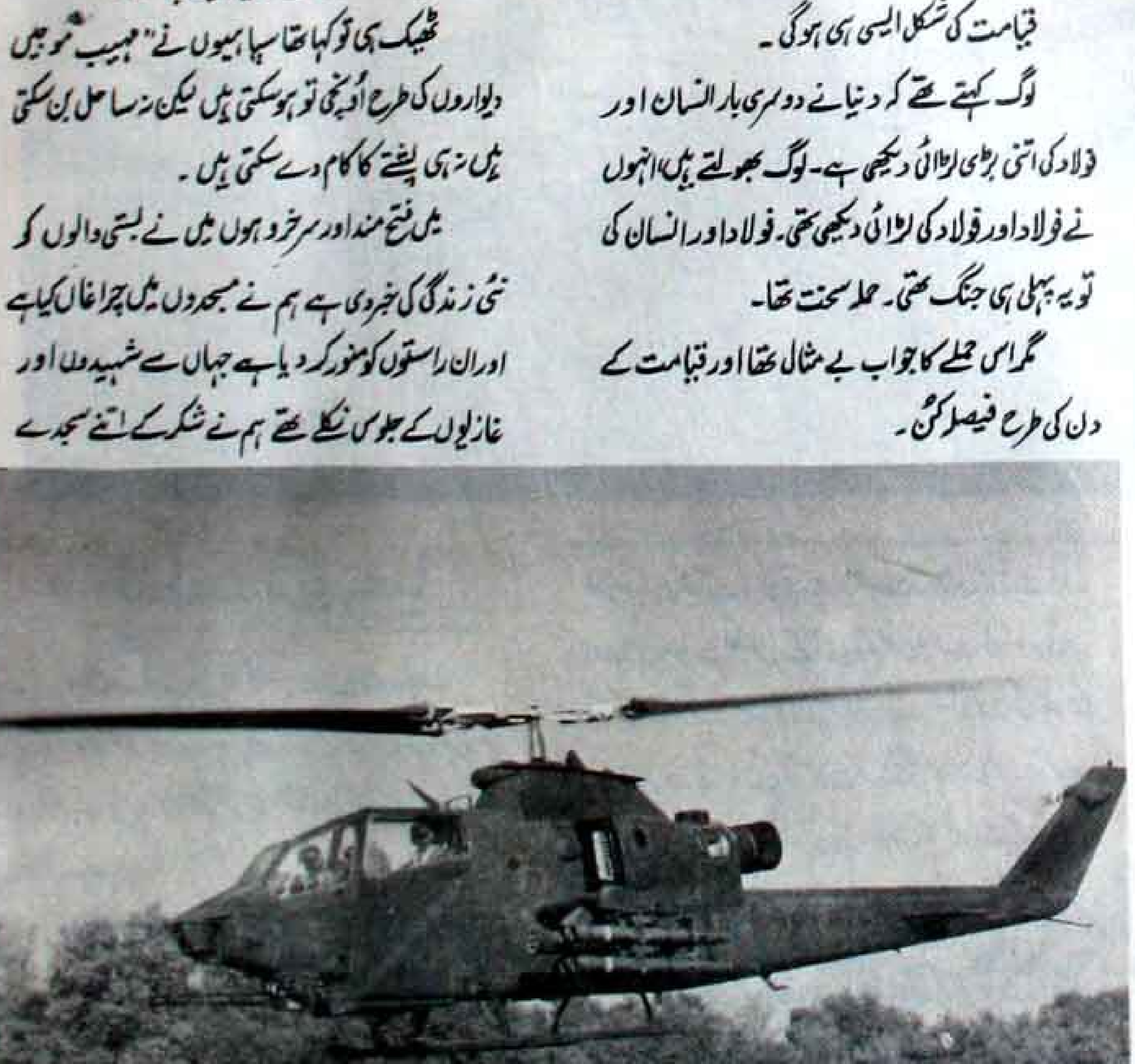

marfat.com

اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں چند خوبیاں ایسی اور بھی تھیں جن سے میں بھی واقف نہ تھا محبت کا سوز دروں کیسی خاموش آگ ہے دوستو! سینے کے اندر سلگتی رہتی ہے مگر ایک کی دوسرے کو خبر نہیں ہوتی۔

میرے دوست نے اپنے جوان بیٹے کے جنازے کو کندھا دیا تھا اُسے مٹی کے نیچے دفن کر دیا تھا مگر اپنی محبت کی اس موت کے بعد وہ زندہ رہنے والوں کے لیے فصلیں اُگاتا رہا۔

مگر جب دشمنوں کی نظریں اس کی زمین پر اُٹھیں تو زمین کے تحفظ کے لیے اس نے اپنی جان کی بھی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔

کیا چیز ہے یہ عہد وفا.... کیسا ہے یہ پیمان محبت؟ لوگ کہتے ہیں میرے دوست کے لبوں پر آخری دَم تک میرے گیت تھے۔ میں اپنے دوست کی طرح اپنے گیتوں کی عظمت سے بھی ناآشنا تھا۔ دوسروں کو کوئی کیا پہچانے گا؟

انسان تو اپنی ذات سے بھی پوری طرح آگاہ نہیں ہوتا میں اپنے گیت اپنے شعور کی آوازوں کو آج اس طرح سن رہا ہوں جیسے یہ میری نہیں میرے دوست کی آواز ہے جو گیت بن کر مجھے سنائی دے رہی ہے۔

کہے ہیں کہ ہمیں اپنے روز و شب کی خبر نہیں رہی۔

مگر ہمارے گھروں میں خاموشی ہے اور دل دوستوں کی جدائی میں غمگین ہے۔ میں نے سپاہیوں کی شان میں قصیدے پڑھے ہیں رزم گاہ کے ترانے لکھے ہیں مگر اب لوگ چاہتے ہیں کہ میں اپنے دوستوں کا مرثیہ لکھوں۔

جب غم زیادہ ہوتا ہے تو آنکھ کے آنسو کی طرح قلم کی روشنائی بھی خشک ہو جاتی ہے میرے ہاتھوں میں مرجھائے ہوئے پھولوں کا گلدستہ ہے۔ یہ گلدستہ میں اپنے دوست کو مسرتوں کا نذرانہ سمجھ کر دینے کے لیے لایا تھا۔

— مگر میرا دوست نہ تو گھوڑے پر سوار گیا تھا نہ کاندھوں پر واپس آیا! البتہ نہر کا پانی سُرخ رنگ کا ہو گیا تھا سوچتا ہوں یہ گلدستہ اسی نہر کے پانی میں بہا دوں جس کے سینے میں اب تک آنسوؤں کے سیلاب اُمنڈ رہے ہیں میرے دوست کو اب نہ دعاؤں کی ضرورت ہے نہ پھولوں اور آنسوؤں کی اس ریزہ ریزہ بدن وطن کی خاک بن گیا اور اب اس کا نشان وطن ہے ماں کی محبت بھی عجیب ہے۔ کبھی روٹھنے بچھڑنے کے لیے اِدھر اُدھر چھوڑ دیتی ہے اور کبھی فرط محبت سے آنچل اور گود میں چھپا لیتی ہے۔ میں اس بوجھل بہاؤ والی نہر سے پوچھوں گا یہ رنگ تجھے کس نے دیا؟ اور یہ کہ اس بستی پر کیا گزری جہاں سے تُو نے اپنا سفر شروع کیا ہے ایک دوسرے کی پُرسش سے غم ہلکا ہوتا ہے۔ اس نہر کی تہہ میں پڑے ہوئے سنگریزے اب تک سسک رہے ہیں۔ مگر شہیدوں کی موت پر لوگ غم نہیں کیا کرتے۔ اس لیے کہ ان کے ادنیٰ نعمت فردوسِ بریں ہے مگر اتنا تو ہے ناکہ دوست کی جدائی پر دوست کا دل کڑھتا ہے اور اس غم پر صبر کر لینا اتنا آسان نہیں ہے جتنا زبان سے کہنا۔

میرا دل بہت بوجھل ہے مگر اس اَبر سے آنسو نہیں گریں گے۔ میرا دوست سیالکوٹ کا سادہ لوح کسان تھا زمین کے سینے پر ہل چلاتا تھا دانے بوتا تھا فصلوں کی کٹائی کرتا تھا اور میرے گیت گاتا تھا۔

مگر لوگ کہتے ہیں کہ

اس نے کسان ہو کر سپاہی کی طرح جان دی۔ وہ اکیلا نہیں تھا اس کی بستی کا ہر کسان ہر عورت ہر بچہ اور بوڑھا مرنے سے پہلے سپاہی بن گیا تھا۔ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ یہ میرے دوست فصل کی کٹائی کا انتظار کرنے اور میرے گیت گنگنانے کے سوا کچھ جانتے ہی نہ تھے

میرا دوست کہتا ہے:۔
اگر تم سربلند ہو کر زندہ رہنا چاہتے ہو تو گیہوں کی لدی پھدی بالوں کی طرح زمین کے سینے میں پاؤں جما کر کھڑے ہو جاؤ۔

سر قلم ہو جانا موت نہیں ہوتا۔ بال کا ہر دانہ زندگی

marfat.com

کے بدن میں سانس بن کر پھلے پھولے گا۔

موت اسُے آجاتی ہے جو سربلند ہونا نہیں جانتا اور جو گوکھرو کے کانٹوں کی طرح زمین پر پڑا ہوا زمین کے سینے کو چھیلتا اور اذیت پہنچاتا رہتا ہے اور اپنے مزاج کی اذیت سے مسافروں کے پیروں کو لہولہان کر دیتا ہے ......!

اگر عزت کی زندگی اور عزت کی موت چاہتے ہو تو حباب سے سبق سیکھو کہ کیسی بے حقیقت اور کمزور چیز خود کو فنا کرکے پانی کا تند و تیز دھارا بن جاتی ہے۔

مجھ سے اجنبی کہتے ہیں کہ میرے ملک میں علم کی دولت عام نہیں ہے۔

اگر علم آگہی کا دوسرا نام ہے تو:۔

یہ دولت میرے وطن کے گلزاروں اور پھولوں اور ان کی مہک کی طرح عام ہے۔ یہ آگہی نہیں تو اور کیا ہے؟ کہ میرے سادہ لوح کسان دوست کو گیہوں کی بالوں کی زندگی بخش طاقتوں سے نہیں بلکہ ان کی سربلندی سے محبت ہو گئی حبابوں کا میلہ کنارے پر بیٹھ کر تفریح کا ساماں نہیں رہا بلکہ میرے دوست نے حبابوں کی موت سے حیات ابدی کا سراغ پالیا۔

نفس کے تنکے کی اوٹ میں حقیقتوں کے پہاڑ اوجھل ہو جاتے ہیں مگر میرے ہم نفسوں نے کھیت کی منڈیروں کے اس پار ملک کی سرحد دیکھ لی۔ یہ آگہی کا کرشمہ ہی تو ہے کہ میرے دوست نے فیصلہ کر لیا کہ کھیت کی منڈیر ہی کو مضبوط بنانے کی نہیں ملک کی سرحد کی حفاظت بھی ضروری ہے۔

فصلوں کا دھن ہی قیمتی نہیں ہوتا آزادی کی دولت کی خاطر تو جان بھی دی جا سکتی ہے۔

"اگر ہمسائے کا خوف ہو تو شیر کی طرح ایک آنکھ کھلی رکھ کر سونا چاہیئے"، مجھے وہ کہانیاں یاد ہیں جب بزرگ کہا کرتے تھے کہ ہمسائے ماں بہن اور بیٹی کے رشتوں کا احترام کرنا جانتے ہیں ماں کے چرنوں کی دھول ان کی آنکھوں کا سرمہ ہوتی ہے۔

بہن کی محبت کے گیت ان کی ثقافت کا سرمایہ سمجھے جاتے ہیں۔

بیٹی کی پاک دامنی ان کی کہانیوں کا روپ ہوتی ہے...... مگر ہر کہانی سچی تو نہیں ہوتی ہے؟

علم و آگہی کی روشنی مستعار تو نہیں لی جا سکتی؟

محبت کے چراغ دل کے لہو سے روشن ہوتے ہیں۔

دوستو! میں اپنے اس شہید دوست کے گھر کے ویران آنگن میں کھڑا ہوں۔

اس گھر کو گنج شہیداں سمجھ کر مرمر کا بدن نہ بنا دینا۔

یہ گھر میرے دوست کے بوڑھے ماں باپ کے خون سے رنگین ہے۔

میں اس گھر کی خون آلود دیواروں کو تاریخ کا صفحہ بناؤں گا۔

آنے والی نسلیں دیکھیں گی کہ ضعیفوں، کمزوروں اور یتیموں کا خون گھر کے اندر بہایا گیا ہے خون سے بھیگ جانے والی صحن کی مٹی پر بہو، بیٹیوں کے پیروں کے گہرے نشان ہیں۔ بہو، بیٹیاں زمین میں دفن ہو جانا چاہتی تھیں جب کوئی دھوکہ دے کر حملہ کرے اور بچانے والا نہ رہے تو پاک دامن بہو بیٹیاں یہی دعا مانگتی ہیں۔

"اے کاش! زمین پھٹ جائے اور ہم اس میں سما جائیں"

اے ماہ و سال کی بارش اور دھوپ! اس متبرک رنگ کی حفاظت کرنا جس سے یہ گھر رنگین ہے یہ رنگ میری بستی میرے شہر اور میرے وطن کی جوانی کا غازہ ہے یہ فرش اور دیواریں میرے یوسف کا پیراہن ہیں جسے موت نے نہیں فاصلوں نے نگاہوں سے اوجھل کر دیا ہے۔

کیپٹن محمد سرور (شہید) نشانِ حیدر

کیپٹن محمد سرور ۱۹۱۰ء میں ضلع راولپنڈی کے ایک گاؤں سنگھوری میں پیدا ہوئے اور ۱۹۴۴ء میں پنجاب رجمنٹ میں "کمیشن" حاصل کیا۔ کشمیر میں لڑائی کے دوران پنجاب رجمنٹ کی "دوسری" بٹالین کی ایک کمپنی کی کمان ان کے ہاتھ میں تھی۔ ۲۷ جولائی ۱۹۴۸ء کو جب وہ اوڑی سیکٹر میں دشمن کے ایک نہایت مضبوط مورچے کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے اور ان کی کمپنی دشمن کی پوزیشن سے کوئی پچاس گز کے فاصلے پر تھی کہ وہ مشین گن، دستی بموں اور "مارٹروں" کی زبردست فائرنگ میں آگئی جس سے بہت نقصان ہوا اور پیش قدمی میں رکاوٹ پیدا ہو گئی۔ اس مرحلے پر غیر معمولی ذاتی شجاعت اور قیادت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کیپٹن سرور دشمن کے ایک بازو سے گزر کر اپنی ایک "پلاٹون" کو غنیم کے "بنکروں" سے بیس گز سے بھی کم فاصلے تک لے گئے۔ یہاں خاردار تاروں کی رکاوٹ تھی مگر ان رکاوٹوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے وہ اپنی کمپنی کی بقیہ نفری کو بھی آگے لے گئے اور دشمن کی مشین گنوں کو دستی بموں کی بوچھاڑ سے خاموش کر دیا۔ ان کا دایاں شانہ زخمی ہو چکا تھا۔ دشمن گولیوں کی بوچھاڑ کر رہا تھا۔ مگر وہ ہراساں نہ ہوئے اور اس حالت میں انہوں نے اپنی پلاٹون کے ایک شہید بندوقچی کی برین گن اٹھالی اور اور اس سے دشمن کے اجتماع پر گولیاں برسانے لگے......

بعدازاں وہ اپنے چھ نوجوانوں کو لے کر خاردار تاروں کو کاٹنے کے لیے آگے بڑھ رہے تھے کہ دشمن کے خود ہتھیاروں سے نکلتی ہوئی گولیوں کی ایک بوچھاڑ ان کا سینہ چھلنی کر گئی اور یوں کیپٹن سرور پہلے جانباز تھے جو پاکستان کے اعلیٰ ترین اعزاز شجاعت (نشانِ حیدر) کے مستحق قرار پائے۔

میجر طفیل محمد (شہید) نشانِ حیدر

میجر طفیل محمد ۱۹۱۴ء میں ہوشیار پور میں پیدا ہوئے اور انہیں ۱۹۴۳ء میں سولہ پنجاب رجمنٹ میں کمیشن ملا۔ ابتداً وہ کچھ عرصے تک خود اپنی بٹالین میں مختلف تربیتی اور انتظامی حیثیتوں سے نمایاں انداز میں خدمت انجام

marfat.com

دیتے رہے۔ کچھ عرصہ سول آرمڈ فورسز کے ساتھ بھی وابستہ رہے۔ جس کے بعد ۱۹۵۸ء میں "ایسٹ پاکستان رائفلز" میں کمپنی کمانڈر کی حیثیت سے تعینات ہو کر مشرقی پاکستان پہنچے......

۱۹۵۸ء میں ماہ اگست کے دوران میں انہیں کہا گیا کہ وہ بھارتی فوج کی اس نفری کو جس نے لکشمی پور کے کچھ علاقے میں مورچہ قائم کر رکھا ہے، اس علاقے کو خالی کرائیں۔ انہوں نے ۷ اگست کو راتوں رات نہایت صحیح انداز سے پیش قدمی کرتے ہوئے پو پھٹنے سے پہلے، بھارتی فوجوں کا محاصرہ کر لیا اور پھر اپنے دستے کی قیادت کرتے ہوئے اپنے جوانوں کو دشمن کے مستقر سے پندرہ گز کے فاصلے تک لے گئے۔

یہاں سے اب انہوں نے عقبی سمت سے دشمن پر دھاوا بول دیا۔ اس دھاوے میں وہ آپ سب سے آگے آگے جا رہے تھے کہ بھارتی سپاہیوں نے مقابل سے فائر کھولا تو سب سے پہلے میجر طفیل ہی زخمی ہوئے۔ ان کے زخمی جسم سے خون کا دھارا بہہ رہا تھا مگر اس کے باوجود انہوں نے ایک دستی بم پھینک کر دشمن کی مشین گنوں کو خاموش کر دیا۔ ان کی شمع زندگی کی لو بتدریج مدھم ہوتی جا رہی تھی، لیکن وہ اس حالت میں بھی برابر مہم کی راہنمائی کرتے رہے۔ اس مرحلے پر جب دشمن کی ایک دوسری مشین گن آگ اگلنے لگی اور اس کی بھاڑ میں ان کے نائب کماندار شہید ہو گئے تو میجر طفیل نے ایک دستی بم تاک کر اس مشین گن پر پھینکا اور اسے تباہ کر دیا۔ بعد میں دست بہ دست لڑائی کے دوران انہوں نے دیکھا کہ بھارتی چوکی کا کماندار حملہ کرنے کے لیے دبے پاؤں ان کے جوان کی طرف بڑھ رہا ہے۔ زخموں سے نڈھال ہونے کے باوجود وہ رینگتے ہوئے دشمن کے کماندار کی طرف بڑھتے گئے اور اپنی ایک ٹانگ آگے بڑھا دی، اور جب وہ اس اڑنگے سے الجھ کر لڑکھڑایا تو میجر طفیل نے اپنی "آہنی ٹوپی" اس کے چہرے پر دے ماری اور یوں اپنے ساتھی کو بچایا اور پھر جب تک مورچہ بھارتی سپاہ سے یکسر خالی نہیں ہو گیا، وہ اپنے دستے کی قیادت کرتے رہے۔ دشمن اس مقام پر اپنے پیچھے چار لاشیں اور تین قیدی چھوڑ گیا تھا۔ میجر طفیل مہلک زخموں کی تاب نہ لا سکے اور بعد میں اسی دن واصل بحق ہوئے۔

میجر راجہ عزیز بھٹی (شہید) نشان حیدر

راجہ عزیز بھٹی، جو ضلع گجرات کے ایک گھرانے کے چشم و چراغ تھے، ۱۹۲۸ء میں ہانگ کانگ میں پیدا ہوئے ۱۹۵۰ء میں وہ "کمیشن" حاصل کر کے پنجاب رجمنٹ میں

شامل ہوئے۔ "پاکستان ملٹری اکیڈمی" میں تعلیم و تربیت کی تکمیل پر انہوں نے "شمشیر اعزاز" اور "نارمن گولڈ میڈل"۔ یہ دونوں اعلیٰ امتیازات حاصل کیے جو بجائے خود ایک غیر معمولی کارنامہ تھا۔

۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو میجر بھٹی، "لاہور سیکٹر" میں برکی کے علاقے میں ایک کمپنی کی کمان کر رہے تھے۔ کمپنی کے دو پلاٹون بی آر۔ بی نہر کے اس کنارے پر جہاں میجر بھٹی تھے اور بقیہ پلاٹون نہر کے دوسرے کنارے پر متعین تھے میجر بھٹی نے نہر کے اگلے کنارے پر متعین پلاٹون کیساتھ آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا۔ دشمن سات ستمبر سے تابڑ توڑ حملے کر رہا تھا۔ اسے توپ خانے اور ٹینکوں کی پوری پوری امداد حاصل تھی۔ مگر میجر بھٹی نے اور ان کے جوانوں نے آہنی عزم سے لڑائی جاری رکھی اور کمال استقامت سے اپنی پوزیشن پر ڈٹے رہے۔ لیکن نو اور دس ستمبر کی رات کو دشمن نے اس سارے سیکٹر میں ایک وسیع اور بھرپور حملہ کیا، جس میں اس نے میجر بھٹی کے پلاٹون کے مقابلے میں ایک پوری بٹالین جھونک دی۔

اس نازک موقع پر میجر بھٹی کو نہر کی اپنی سمت کے کنارے پر لوٹ آنے کا حکم دیا گیا۔ مگر جب وہ لڑ بھڑ کر راستہ بناتے نہر کے "گھاٹ" پہنچے تو اس مقام کو دشمن کے تسلط میں پایا۔ اب وہ دشمن پر ٹوٹ پڑے اور ایک انتہائی سنگین حملے کی قیادت کرتے ہوئے انہوں نے دشمن کو اس علاقے سے نکال باہر کیا اور پھر جب تک ان کی تمام گاڑیاں اور سب جوان نہر کے پار نہیں اتر گئے وہ اس کنارے پر دشمن کی زد میں کھڑے رہے۔

نہر کے اس کنارے پر آنے کے بعد انہوں نے اپنی کمپنی کو نئے سرے سے نہر کے دفاع کے لیے منظم کیا دشمن اپنے چھوٹے ہتھیاروں، اپنے دیو قامت ٹینکوں اور اپنی گرانڈیل توپوں سے بے پناہ آگ برسا رہا تھا مگر یہ نہ صرف اس کے شدید دباؤ کا سامنا کرتے رہے بلکہ اس کے حملے کا منہ توڑ جواب بھی دیتے رہے۔ اس معرکہ میں دشمن کے ایک ٹینک کا گولہ ان کے بائیں شانے پر آ لگا جس کی براہ راست ضرب سے وہ موقع پر شہید ہو گئے۔

پائلٹ آفیسر راشد منہاس (شہید) نشانِ حیدر

پائلٹ آفیسر راشد منہاس (شہید) نشانِ حیدر پانے والے جانبازوں میں سب سے کم سن تھے۔ وہ ۱۷ فروری ۱۹۵۱ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ ۲۰ اگست ۱۹۷۱ء کو جب وہ ابھی زیر تربیت تھے، وہ اپنی معمول کی پرواز کے لیے جہاز کو رن وے پر لیے جا رہے تھے کہ ناگاہ ایک انسٹرکٹر ہواباز جہاز کے "کاک پٹ" میں زبردستی گھس آیا اور "کنٹرول" کو اپنے ہاتھ میں لے کر جہاز کو بلند کر دیا۔

منہاس کو جیسے ہی اس بات کا احساس ہوا کہ مداخلت کار ہواباز بھارت کا رخ کر رہا ہے تو انہوں نے جہاز کے "کنٹرول" پر قابو پانے کی کوشش کی مگر مداخلت کار کے تجربے اور مہارت کے سامنے ان کی کوشش کارگر نہ ہو سکی۔ جب بھارت کی سرحد صرف چالیس میل دور رہ گئی تو منہاس نے ایک مرتبہ پھر جہاز کے رخ کو پاکستان میں اپنے رن وے کی طرف موڑنے کی زبردست کوشش کی مگر جب انہوں نے اس جدوجہد کو لاحاصل پایا تو منہاس نے وہ واحد آبرومندانہ راہ اختیار کی جس کے سوا کوئی اور چارہ کار نہ تھا۔ وہ جہاز کے "کنٹرول" پر یکبارگی کچھ اس طرح جھپٹے کہ ہواباز بے بس ہو گیا۔ اور طیارہ سرحد سے ۳۲ میل ادھر گر کر تباہ ہو گیا۔ منہاس کو خوب معلوم تھا کہ ان کا یہ اقدام یقینی طور پر ان کی اپنی موت کا باعث ہوگا۔
اپنے ملک کی عزت اور وقار کی خاطر اس عظیم قربانی

marfat.com

پر نوجوان پائلٹ آفیسر راشد منہاس کو نشانِ حیدر کا اعزاز دیا گیا۔

سوار محمد حسین (شہید) نشانِ حیدر

سوار محمد حسین ۱۸ جنوری ۱۹۴۹ء کو ڈھوک پیر بخش (راولپنڈی) میں پیدا ہوئے (اب یہ گاؤں ڈھوک محمد حسین جنجوعہ کے نام سے موسوم ہے) وہ ۳ ستمبر ۱۹۶۶ء کو فوج میں بھرتی ہوئے اور ڈرائیور کی تربیت حاصل کی۔ جب ۱۹۷۱ء کی جنگ چھڑی اس وقت وہ ۲۰ لانسرز کے ساتھ خدمت انجام دے رہے تھے۔ وہ اگرچہ ڈرائیور تھے مگر انہوں نے اپنے یونٹ کے ہر معرکے میں غیر معمولی گرمجوشی سے حصہ لیا۔ کتنا ہی سنگین مرحلہ کیوں نہ ہو، کسی خطرے کو خاطر میں نہ لائے بغیر وہ کوئی نہ کوئی مشین گن سنبھال لیتے اور دشمن پر آگ برسانے لگتے۔ ۵ دسمبر ۱۹۷۱ء کو "ظفروال۔ شکر گڑھ" کے محاذ پر دشمن کے ٹینکوں اور پیادہ فوج کی طرف سے شدید اور براہِ راست گولہ باری کی پروا کیے بغیر وہ ایک ایک خندق میں جا کر اپنے جوانوں کو گولہ بارود پہنچاتے رہے۔ اگلے دن وہ ہمارے چار لڑاکا گشتی دستوں کی کٹھن اور پُرخطر مہمات

میں ان کے ہمراہ جاتے رہے۔ ۱۰ دسمبر کو انہوں نے جب دشمن کو "ہرڑ خورد" گاؤں میں ہماری بارودی سرنگوں کے قریب مورچے کھودتے دیکھا تو انہوں نے فوراً یونٹ کے نائب کمانڈر کو اطلاع دی اور پھر وہ خود اپنے طور پر یکے بعد دیگرے اپنی ایک ایک ٹینک شکن توپ کے پاس پہنچے، توپوں کا رُخ درست کراتے اور توپچیوں سے دشمن کے ٹینکوں پر صحیح سمت فائر کرواتے رہے جس کے نتیجے میں دشمن کے سولہ ٹینک تباہ ہو گئے۔ ۱۰ دسمبر کی سہ پہر کے چار بجے جب سوار محمد حسین اپنے ایک "ری کائل لیس رائفل" بردار کو دشمن کے ٹھکانے دکھا رہے تھے کہ اس کے ایک ٹینک سے مشین گن کی گولیوں کی ایک بوچھاڑ نے ان کی چھاتی چھلنی کر دی اور وہ میدانِ جنگ میں واصل بحق ہو گئے۔

سوار محمد حسین کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ نشانِ حیدر پانے والے پہلے "ڈرائیور" تھے۔

میجر شبیر شریف (شہید) نشانِ حیدر

میجر شبیر شریف ۲۸ اپریل ۱۹۴۳ء کو ضلع گجرات میں کنجاہ کے مقام پر پیدا ہوئے۔ انہوں ۱۹ اپریل ۱۹۶۴ء کو فوج میں کمیشن حاصل کیا اور فرنٹیئر فورس میں تعینات ہوئے۔ ۳ دسمبر ۱۹۷۱ء کو وہ سلیمانکی ہیڈ ورکس کے قریب ۶ فرنٹیئر

فورس کی ایک "کمپنی" کی کمان کر رہے تھے کہ ان کو ایک اونچے بند پر قبضہ کرنے کی مہم سونپی گئی جہاں سے سلیمانکی سیکٹر میں واقع دو گاؤں "گورمکھ کھیڑہ اور بیری والا" زد میں آ سکتے تھے۔ دشمن نے دفاع کے لیے آسام رجمنٹ کی ایک "کمپنی" سے کچھ زیادہ نفری ان مقامات پر ڈال رکھی تھی جس کی امداد پر ٹینکوں کا ایک "اسکواڈرن" بھی موجود تھا۔

میجر شریف کو اس پوزیشن تک پہنچنے کے لیے پہلے دشمن کی بارودی سرنگوں کے علاقے سے گزرنا اور پھر ۳۰ فٹ چوڑی اور دس فٹ گہری ایک دفاعی نہر کو تیر کر عبور کرنا تھا میجر شریف ان مشکل مراحل سے کامیابی سے گزرنے کے بعد

لانس نائیک محمد محفوظ (شہید) نشانِ حیدر

محمد محفوظ ۲۵ اکتوبر ۱۹۴۴ء کو ضلع راولپنڈی کے ایک گاؤں پنڈ ملکاں میں پیدا ہوئے اور ۲۵ اکتوبر ۱۹۶۲ء کو بری فوج میں بھرتی ہوئے۔ ان کا آبائی گاؤں پنڈ ملکاں، اب "محفوظ آباد" کے نام سے موسوم ہے۔ جب ۱۹۷۱ء کی جنگ شروع ہوئی اس وقت لانس نائیک محفوظ ۱۵ پنجاب رجمنٹ کی "اے کمپنی" سے وابستہ تھے جو واہگہ اٹاری سیکٹر" پر متعین تھی ۱۷ اور ۱۸ دسمبر کی درمیانی شب کو اس کمپنی کو پل کنجری نامی گاؤں پر قبضہ کرنے کا حکم دیا گیا جو اسی سیکٹر میں واقع تھا۔ محفوظ کی پلاٹون نمبر ۳ اس حملے میں ہراول دستے کے طور پر سب سے آگے تھی۔ لہٰذا اُسے دشمن کے مضبوط بہت تیزی کے بنے ہوئے مورچوں سے گولیوں کی بوچھاڑ کا سامنا کرنا پڑا۔ آگے بڑھتے ہوئے جب یہ کمپنی بھارتی فوج کی پوزیشن سے کوئی ۷۰ گز کے فاصلے پر تھی تو سامنے اور پہلو سے دشمن کے خودکار ہتھیاروں کے فائر کی مسلسل باڑھ کے سبب کمپنی کو مجبوراً اپنی پیش قدمی روکنی پڑی۔ پو پھٹتے ہی دشمن کی توپوں نے بھی دہانے کھول دیئے مگر لانس نائیک محفوظ نہایت بے جگری سے دادِ شجاعت دے رہے تھے۔ ایک مرحلے پر جب ان کی اپنی مشین گن دشمن ایک گولے کی ضرب سے تباہ ہو گئی تو وہ اپنے ایک شہید ساتھی کی ہلکی مشین گن اُٹھا کر دشمن کے اس مورچے کی طرف لپکے جہاں سے آتی ہوئی خودکار اسلحہ کی آگ ان کی کمپنی کو بھاری نقصان پہنچا رہی تھی۔ ان کی دونوں ٹانگیں گولیوں سے چھلنی ہو چکی تھیں مگر وہ اپنے آپ کو گھسیٹتے ہوئے اور مشین گن سے برابر فائر کرتے ہوئے آگے بڑھتے گئے، آگے اور آگے۔ دشمن کے بنکر کی طرف... اور جب بنکر کے دہانے پہنچ گئے تو جیسے کسی غیر مرئی طاقت کے زور سے یہ رینگتا ہوا زخمی مجاہد یکبارگی کھڑا ہو گیا اور دشمن پر پل پڑا۔ لیکن اسی اثنا میں قریب سے ایک گولی آ لگی اور مشین گن ان کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ مشین گن تو ہاتھ سے چھوٹ گئی مگر حوصلہ نہیں چھوٹا۔ وہ ایک بھارتی سپاہی کو ہاتھوں میں پکڑ کر اس کا گلا گھونٹ رہے تھے کہ ایک دوسرے بھارتی سپاہی نے سنگینیں مار کر انہیں شہید کر دیا۔

جنگ بندی کے بعد دشمن فوج کے کمانڈر نے ایک "میٹنگ" میں اپنے مدِ مقابل پاکستانی کمانڈر سے بات چیت کے دوران اعتراف کیا کہ لانس نائیک محفوظ کی سی بہادری اور ثابت قدمی کا مظاہرہ اس سے پہلے شاید ہی کبھی دیکھنے میں آیا ہو۔

موت کے گھاٹ اتار دیا اور اس کے پاس موجود اہم فوجی دستاویزات پر قبضہ کر لیا۔ ۶ دسمبر کی سہ پہر کو دشمن کے ایک حملے کا دفاع کرتے ہوئے میجر شریف اپنے توپچی کی "اینٹی ٹینک گن" سے دشمن کے ٹینکوں پر گولے برسا رہے تھے کہ ٹینک کا گولہ براہِ راست ان پر آن پڑا اور اس مجاہد نے عین حالتِ جدال میں جامِ شہادت نوش کیا۔

اپنی کمپنی کی قیادت کرتے ہوئے براہ راست دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ اور شام تک دشمن کو اس کی مستحکم قلعہ بندیوں سے نکال باہر کیا۔ گھمسان کے اس معرکے میں دشمن کے ۳۴ سپاہی مارے گئے ۲۸ قیدی بنا لیے گئے اور کئی ٹینک بھی تباہ ہوئے۔

اگلے تین دن اور تین راتوں میں دشمن بار بار جوابی حملے کرتا رہا مگر میجر شریف نے جن کو اب بند کی بلندی کا فائدہ حاصل تھا ان حملوں کو پسپا کر دیا۔ اور اس طرح دشمن کی دو بٹالینوں کو اپنے قریب بھٹکنے نہ دیا۔ ۵ اور ۶ دسمبر کی درمیانی رات کا واقعہ ہے کہ دشمن کے ایک حملے کے دوران میجر شریف یکدم کود کر اپنے مورچے سے باہر نکل آئے اور ۴ جاٹ رجمنٹ کے کمپنی کمانڈر پر جھپٹ پڑے اور اُسے

میجر محمد اکرم (شہید) نشانِ حیدر

میجر محمد اکرم ۴ اپریل ۱۹۳۸ء کو ضلع گجرات کے قصبہ ڈنگہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۳ء کو وہ پاکستان آرمی میں "کمیشن" حاصل کر کے فرنٹیئر فورس رجمنٹ میں شامل ہوئے اور ۲ جولائی ۱۹۶۸ء کو وہ (سابق) مشرقی پاکستان میں متعین ہوئے جہاں انہیں فرنٹیئر فورس رجمنٹ کی ایک کمپنی کی کمان سونپی گئی۔ ۱۹۷۱ء کی جنگ چھڑنے کے وقت وہ ہلی محاذ کے اگلے علاقے میں جہاں ہندوستان نے زبردست اور مسلسل دباؤ ڈال رکھا تھا اپنی کمپنی کی قیادت کر رہے تھے۔ دشمن کی فضائیہ اس کے توپ خانے اور بکتر بند دستوں کی لگاتار یلغاروں کی زد میں رہتے ہوئے میجر اکرم کی کمپنی نے دشمن کے ہر دھاوے کو رد کر کے رکھا اور اُسے پاکستان کی سرزمین پر ایک انچ بھی آگے بڑھنے نہ دیا۔ ایک موقع پر تو دشمن بھرپور حملے کے ارادے سے ایک پورے بریگیڈ کی نفری لے کر جس کے ہمراہ ٹینکوں کا ایک سکواڈرن بھی تھا۔ اس کمپنی پر چڑھ آیا مگر تعداد اور اسلحہ کے لحاظ سے دشمن کی برتری کے باوجود میجر اکرم اور اس کے جیالے جوانوں نے دشمن کو نہ صرف دو ہفتے تک دبائے رکھا بلکہ اُسے بھاری جانی نقصان پہنچاتے ہوئے اس کے ہر دھاوے کو پسپا کر دیا۔ میجر اکرم آگ کے نہایت تند و تیز سیلاب کے سامنے جس بے مثال جرأت و استقامت سے آخر دم تک لڑتے رہے اور اس یادگار معرکہ میں انہوں نے اپنے جرأت آزما فرض کی تکمیل میں جس بانکپن سے نذرانۂ جاں پیش کیا، ان کی یہ انتہائی قربانی ایک لازوال روایت کی حیثیت رکھتی ہے۔

ماھنامہ
المعصوم کراچی
میں اشتہارات کے
ریٹ

پورا صفحہ	۲۵۰۰/- روپے
آدھا صفحہ	۱۵۰۰/- "
چوتھائی صفحہ	۸۰۰/- "
سنگل کالم	۱۰۰۰/- "

چھوٹے اشتہارات ۴۵/- روپے
فی کالم فی سینٹی میٹر

خصوصی رعایت
برائے
دعائیہ کلمات و مبارکباد

پورا صفحہ	۱۵۰۰/- روپے
آدھا صفحہ	۱۰۰۰/- "
سنگل کالم	۵۰۰/- "

مزید معلومات کے لیے
ماہنامہ المعصوم کراچی
پوسٹ بکس نمبر ۵۸۶
کراچی
فون نمبر ۷۳۴۸۸۸

marfat.com

۱۱ ستمبر بانیٔ پاکستان کا یومِ وفات

ضیارشاہد

بانیِ پاکستان حضرت قائدِاعظم محمدؒ علی جناحؒ
صحیح معنوں میں ایک عظیم انسان تھے۔
پیدائش.... ۱۸۷۶ء
لندن سے واپسی اور دوسری بار سیاست میں دلچسپی
.... ۱۹۳۵ء

قرار دادِ پاکستان.... ۱۹۴۰ء
گویا جب پاکستان کے لیے لاہور میں قرارداد منظور ہوئی تو ان کی عمر ۶۴ برس تھی۔ اس عمر میں بالعموم ہمارے عام لوگ ریٹائر ہو چکے ہوتے ہیں لیکن قائدِاعظم ایک حیرت انگیز شخصیت کے مالک تھے۔ محترمہ فاطمہ جناح

کے بقول انہوں نے ڈاکٹروں کی ہدایت اور چھوٹی بہن کی منت کے باوجود آرام کرنے سے ہمیشہ انکار کیا۔ کام کام اور مزید کام۔
"جب ان سے التجا کرتی کہ اپنے دورے جو انہیں بگولے کی طرح ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے

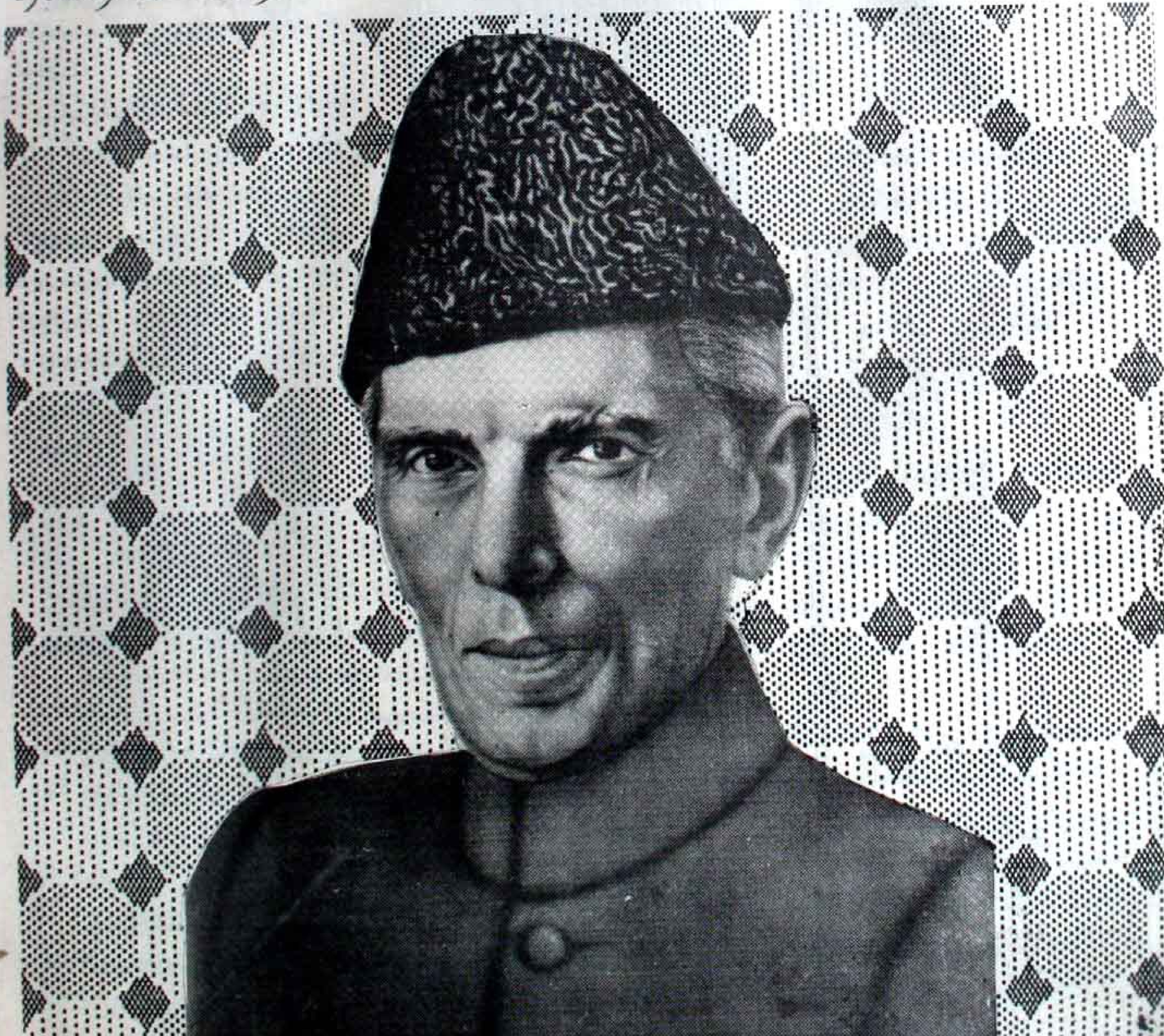

تک لیے پھرتے ہیں، کم کردیں تو وہ جواب دیتے "کیا تم نے سُنا ہے کہ کوئی جنرل جس کی فوج اپنی بقا کی جنگ لڑ رہی ہو خود چھٹیاں کرلے"۔ محترمہ فاطمہ جناح کا کہنا ہے کہ ان کی صحت جواب دیتی جارہی تھی، وہ جلسوں اور اجلاسوں سے فارغ ہوکر گھر پہنچتے تو کمرے کی تنہائی میں تھکاوٹ کے باعث پیٹ کے بل بستر پر لیٹ جاتے۔ اس وقت انہیں سانس لینے میں بھی مشکل پیش آتی تھی۔

اپریل ۱۹۴۱ء میں ۶۵ برس کی عمر میں وہ ریل گاڑی سے پورے ملک کا دورہ کر رہے تھے مدارس سے کچھ پہلے وہ ریل گاڑی کے ڈبے میں گر پڑے۔ ایک چھوٹے سے ریلوے اسٹیشن پر ڈاکٹر بلایا گیا جس کا مشورہ تھا کہ مسلسل تھکن سے نروس بریک ڈاؤن ہو گیا ہے اس لیے ایک ہفتہ آرام کریں لیکن قائد نہ مانے انہوں نے مدارس میں افتتاحی اجلاس سے خطاب کیا اور دو گھنٹے تک بولتے رہے۔

یہ بات کسی کو معلوم نہ تھی کہ قائد بیمار ہیں۔ وہ کسی کو بتانے کی اجازت بھی نہیں دیتے تھے۔ ۱۹۴۱ء سے ایک سال پہلے بھی وہ ریل گاڑی کے سفر کے دوران ہی ایک بار اپنی سیٹ سے گر کر بے ہوش ہو چکے تھے اور محترمہ فاطمہ جناح نے بمشکل انہیں سنبھالا تھا۔ اسی سال وہ شملہ میں بیمار پڑے۔ واپسی پر بمبئی میں ریلوے اسٹیشن پر ان کے لیے پھاٹک کھولنے کی درخواست بھی کی گئی کیونکہ وہ پل پر نہیں چڑھ سکتے تھے۔ ان کے نرخرے کی نالیوں پر ورم آگیا تھا۔ انہیں سانس کی تکلیف رہنے لگی تھی۔ ان کے معالج ڈاکٹر پٹیل کے بقول وہ شدید تکلیف کے باوجود کام بند نہیں کرتے تھے۔ ان کے ذاتی دوست کانجی دوار کاداس کا کہنا ہے کہ قیامِ پاکستان سے چند سال قبل وہ قائد سے ملنے گئے تو لکھتے وقت ان کے ہاتھوں میں خفیف سی لرزش دیکھی۔ فروری ۱۹۴۷ء میں وہ لندن کے دورے پر گئے۔ قیامِ لندن میں بھی ان کی طبیعت ناساز ہوگئی۔ وہ ہوائی جہاز سے وطن واپس لوٹے اور کراچی میں ایک ماہ تک ملیر میں نواب بہاولپور کی کوٹھی میں آرام کیا۔

قیامِ پاکستان کے وقت مسلمانوں کا قتلِ عام اور مہاجرین کے مسائل، اس سے ذرا پہلے بنگال اور پنجاب کی تقسیم، انگریز اور ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کے نوزائیدہ ملک کو نقصان پہنچانے کی کوشش۔ ان اسباب نے قائدِ اعظمؒ کی صحت پر مزید بُرا اثر ڈالا۔ اس وقت ان کی عمر ۷۱ سال کے لگ بھگ تھی۔ گورنر جنرل پاکستان کے طور پر ان کے ملٹری سیکرٹری کرنل نولز کا کہنا تھا کہ ایک روز شدید تھکن کے عالم میں قائد نے ان سے کہا میں تھک چکا ہوں بہت زیادہ تھک چکا ہوں اور مجھے بخار بھی ہے۔ میں چاہتا ہوں اگر مجھے دو ہفتے مل جائیں تو میں کسی ایسی جگہ آرام کرنے کے لیے چلا جاؤں جہاں کوئی شخص مجھے پریشان نہ کرے۔

لیکن قائد کے سوانح نگار ہیکٹر بولائتھو کے بقول "انھیں دو ہفتے تو کیا دو دن بھی نہ مل سکے تھے ایک مہلک مرض کا اثر بڑی تیزی سے ان کے جسم میں پھیل رہا تھا بلکہ انھوں وزیرِاعظم بننے کی بجائے گورنر جنرل بننا

> **نہ جانے کون ظالم لوگ تھے**
>
> **جو اس "حرکت" کے مرتکب**
>
> **ہوئے جنہوں نے اس حالت**
>
> **میں بھی انھیں آرام نہ کرنے دیا**

بھی اس لیے پسند کیا کہ ان کا جسم حکومت کی انتظامی .... ذمہ داریوں کا بھاری بوجھ اٹھانے کے قابل نہ رہا تھا"۔

انہی دنوں کے بارے میں محترمہ فاطمہ جناح لکھتی ہیں۔ "پاکستان بننے کے بعد میں انتہائی دُکھ سے دیکھتی تھی کہ میرے بھائی کی بھوک ختم ہو چکی تھی اور وہ اپنی خواہش کے مطابق سونے کی اہلیت سے بھی محروم ہو چکے تھے۔ لیکن سرحد پار سے مسلمانوں کے قتلِ عام، اغوا، آتش زنی اور لوٹ مار کی داستانیں سن کر پڑھ کر متعدد مرتبہ ان کی آنکھیں نمناک ہو جاتی تھیں اور وہ مجھ سے منہ چھپا کر اپنی آنکھیں رومال سے پونچھتے تھے۔ اور میں ظاہر کرتی تھی کہ انھیں روتے ہوئے نہیں دیکھا"۔

قائد کے اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری فرخ امین کے بقول وہ رات کی خاموشیوں میں سونے کے کمرے میں ٹہلا کرتے۔ آزمائش کے اس دور کی انہیں بڑی قیمت ادا کرنی پڑی۔ وہ بظاہر سکون اور توازن قائم رکھتے لیکن اپنی پریشانی ظاہر کر کے دوسروں کو پریشان نہیں کرتے تھے۔

قائد کے ملٹری سیکرٹری کرنل نولز کا کہنا ہے کہ لاکھوں اُجڑے ہوئے مسلمانوں کو ہندوستان سے لاکر اس کے فوراً بعد قائد بیمار پڑ گئے۔

بانیٔ پاکستان کی بیماری کے حالات محترمہ فاطمہ جناح کے علاوہ ان کے معالج کرنل الٰہی بخش نے بھی لکھے ہیں۔ بہت سے مضامین میں بھی ان کا تذکرہ موجود ہے۔ ان کے ڈاکٹر کرنل رحمٰن کی طرف سے مشورہ دیا گیا کہ آرام کریں کیونکہ انہیں ملیریا ہے مگر انہوں نے کہا کہ مجھے ابھی بہت کام کرنا ہے۔ وہ مہاجرین کے کیمپوں کا معائنہ کرنے لاہور چلے گئے اور انہوں نے یونیورسٹی گراؤنڈ میں ایک بڑے جلسہ عام سے خطاب بھی کیا۔

واپس کراچی پہنچ کر وہ پھر بیمار پڑ گئے۔ محترمہ فاطمہ جناح کے بقول بخار پیچھا نہیں چھوڑتا تھا لیکن فائلیں مسلسل ان کے پاس چلی آرہی تھیں۔ پھر وہ مشرقی پاکستان کے دورے پر چلے گئے۔ جلسے، جلوس، تقریریں، پریس کانفرنس، واپسی پر سرحد کا دورہ ان کا منتظر تھا۔ پشاور میں جلسہ کھلے مقام پر تھا کہ بارش ہونے لگی۔ لوگ سُننا چاہتے تھے۔ قائدِ اعظمؒ اپنے عوام کی خواہش کے احترام میں بوندا باندی کے دوران بھی بیٹھے رہے۔ اس رات انھیں سردی لگ گئی جو کراچی واپسی پر کھانسی میں بدل گئی۔ پھر ڈاکٹروں نے بتایا کہ انہیں دمہ ہو گیا ہے۔ چھ ہفتے وہ بیمار رہے مگر اس حالت میں بھی سرکاری کام کا پیچھا نہیں چھوڑتے تھے۔ ڈاکٹروں نے ہدایت کی کہ دو ماہ تک آرام نہ کیا اور کراچی سے باہر نہ گئے تو صحت کو ناقابلِ تلافی نقصان ہو گا۔ چنانچہ انھیں کوئٹہ منتقل کر دیا گیا۔ ان دنوں کے بارے میں محترمہ فاطمہ جناحؒ لکھتی ہیں۔

"آخری دنوں میں ان کا وزن ۱۱۲ پونڈ سے گھٹ کر صرف ۷۰ پونڈ رہ گیا تھا۔ مگر یہ نحیف و نزار جسم اب بھی جاندار معلوم ہوتا تھا۔ ان کی جسمانی توانائی ختم ہو چکی تھی مگر وہ محض اپنی زبردست قوتِ ارادی کے بل پر زندہ تھے"۔

پہلے کوئٹہ .... پھر زیارت۔ جو بلوچستان کا صحت افزا مقام ہے۔ زیارت میں جب انھیں تقریر کا مسودہ پیش کیا گیا جو گورنر جنرل پاکستان کے طور پر اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے افتتاح کے موقع پر کراچی میں کرنا تھی تو ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ وہ کراچی نہ جائیں۔ بلکہ وزیرِ اعظم لیاقت علی خان ان کی طرف سے یہ تقریر پڑھ کر سنائیں۔ .... مگر قائد نے ہاتھ کے اشارے سے منع کر دیا اور کہا میں خود جاؤں گا۔

بھیڑ، شور، ہزاروں افراد ان سے ملنے اور ان

marfat.com

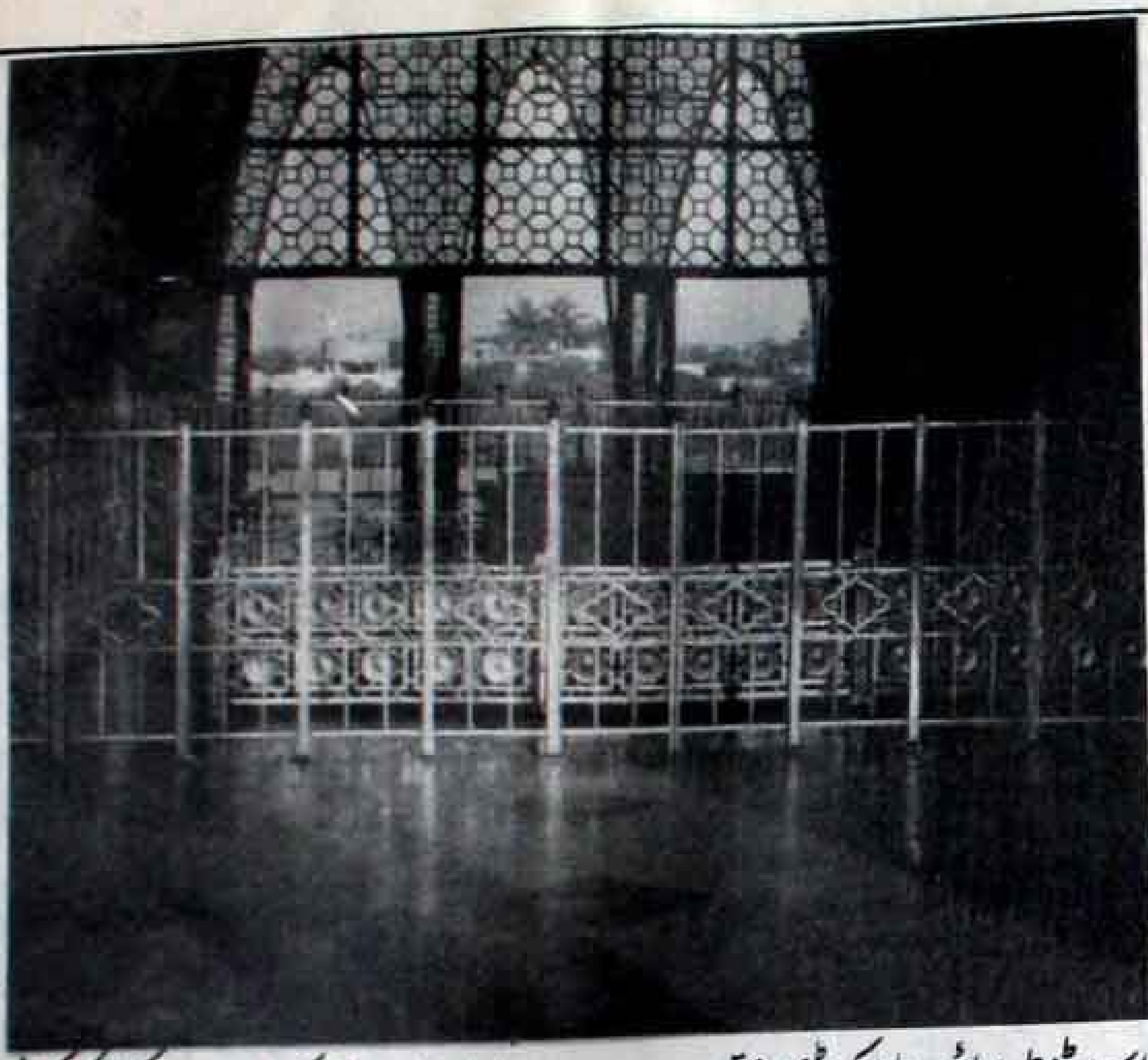

سے مصافحہ کرنے کے لیے بے چین، تقریر کے دوران قائد اچانک سنبھل گئے۔ یوں لگتا تھا جیسے انھیں کچھ پاکستان میں بسانے کی فکر کے ساتھ ساتھ اپنی عمر کے آخری سال میں قائد اعظمؒ کو کشمیر کا غم بھی سہنا پڑا۔

قائد چاہتے تھے کہ پاکستان اپنی فوجیں کشمیر بھیج کر اسے آزاد کرائے لیکن انگریز سپہ سالار سر کلاڈ آرکنلک نے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر پاکستان نے ایسا کیا تو ان کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہے گا کہ ہندوستان اور پاکستان کی فوجوں سے انگریز افسروں کو نکال لیں اور ان میں دونوں ملکوں کے کمانڈر انچیف بھی شامل تھے اس پر قائدِ اعظمؒ کو مجبوراً اپنی تجویز ترک کرنا پڑی۔

ہوا ابھی نہیں۔ وہ بالکل تندرست ہیں۔ ان کے ملٹری سیکرٹری کا کہنا ہے کہ تقریب سے واپسی پر جب گورنر جنرل ہاؤس میں قائد اپنے کمرے کی طرف جا رہے تھے تو ان کے پاؤں لڑکھڑا گئے۔

ایک ایک سانس پاکستان کے لیے، ایک ایک لمحہ ملک کے لیے۔۔۔ اپنے لیے تو جیسے اس شخص کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔

زیارت واپس پہنچ کر قائد اعظمؒ کی طبیعت ایک

وہ آخری سانس تک پاکستان کے لیئے سوچتے رہے!

بار پھر بگڑ گئی۔ پھر لاہور سے ڈاکٹر کرنل الٰہی بخش اور ڈاکٹر ریاض علی شاہ بلائے گئے۔ جنہوں نے خون اور تھوک کے نمونے لے کر بتایا کہ ان کے پھیپھڑے جواب دیتے جا رہے ہیں۔

"اس کا مطلب ہے کہ مجھے تپ دق ہے، ڈاکٹر میں کب سے اس مرض میں مبتلا ہوں؟" قائد نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے جناب گزشتہ دو سال سے آپ کو یہ تکلیف ہے۔"

"کیا مس جناح کو اس بات کا علم ہو چکا ہے؟"

"جی ہاں جناب"

"آپ کو انھیں نہیں بتانا چاہیئے تھا۔ وہ بہرحال ایک عورت ہیں۔ یہ آپ نے غلطی کی ہے" یہ کہہ کر قائد دوسری باتیں کرنے لگے۔

یہ تھا عظیم حوصلہ، بے مثال قوتِ برداشت جس کا مظاہرہ انہوں نے کیا۔

انہی دنوں کا ایک واقعہ فرخ امین نے لکھا ہے جو قائد کے اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری تھے۔

"بیماری کے دنوں میں قائد اعظمؒ نے اس وقت تک سرکاری کاموں کا سلسلہ جاری رکھا جب تک ان میں ذرا بھی سکت باقی تھی۔ ہم انھیں کاموں کی اطلاع نہیں دیتے تھے لیکن اگر انھیں پتا چل جاتا تو وہ کام کرنے پر مصر ہوتے تھے۔ مجھے وہ دن ہمیشہ یاد رہے گا جب انہوں نے اقوامِ متحدہ میں پاکستان کی نمائندگی کرنے کے لیے وزیرِ خارجہ سر محمد ظفر اللہ خان کو اختیارات دینے کے لیے آخری سرکاری کاغذ پر دستخط کیے۔

"وہ اپنی مسہری پر لیٹے ہوئے تھے۔ میں نے کاغذ ان کے سامنے پیش کیا اس پر نظر ڈال کر قائدِ اعظمؒ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا۔

"امین کچھ نظر نہیں آ رہا"

میں نے یہ سمجھ کر کہ روشنی کی کمی کی وجہ سے ایسا ہوا ہے بجلی روشن کر دی۔ قائدِ اعظمؒ نے پھر نظر ڈالی اور اسے پڑھنے کی کوشش کرتے ہوئے ذرا سی دیر میں نظر ہٹا لی اور میری طرف دیکھا۔ میں سمجھ گیا کہ انھیں کاغذ پڑھنے میں دقت پیش آ رہی ہے۔ کھڑکی کے پاس جا کر میں نے پردہ سرکا دیا تاکہ باہر سے روشنی آ سکے۔ اس مرتبہ بھی قائدِ اعظمؒ کاغذ کی عبارت اچھی طرح نہ پڑھ سکے۔ میرا دل کہہ رہا تھا یا اللہ یہ کیا ہوا؟۔

انہوں نے کہا مجھے اٹھا کر بٹھاؤ۔ میں نے حکم کی تکمیل کی۔ ان کی پسلیوں کے پیچھے ہاتھ رکھ کر آہستہ سے انھیں سہارا دیا اور پیچھے کی طرف دو تکیئے رکھ کر انھیں بٹھانے کی کوشش کی مگر قائدِ اعظمؒ کے لیے یہ ممکن نہ ہوا کہ وہ اس طرح بیٹھ کر دستخط کر سکیں۔ اس صورتحال سے انھیں بڑی الجھن ہوئی۔ وہ فرمانے لگے مجھے سہارا دو تاکہ میں اچھی طرح بیٹھ سکوں اس وقت میرے دل کی یہ کیفیت تھی کہ جیسے میں نے شیشے کی بہت نازک چیز پکڑ رکھی ہے اور میری ذرا سی کوتاہی سے اس نازک شیشے میں بال آ جائے گا۔ قائدِ اعظمؒ نے کہا "مضبوطی سے پکڑو" یہ الفاظ تحکمانہ لہجے میں ادا کیے گئے تھے لیکن آواز میں ضعف تھا۔ اس طرح قائدِ اعظمؒ نے بڑی مشکل سے اس کاغذ پر دستخط کیے۔ اس دستخط کا نقش اب تک میرے سامنے ہے۔ ان میں قائد اعظمؒ کے پچھلے دستخطوں کی سی بات نہ تھی۔ یہ ہڈیوں کا ڈھانچہ جسے میں نے تھام رکھا تھا، یقین نہیں آتا تھا کہ اسی شخص کا ہے جس نے برسوں ہندوستانی اور انگریز سیاستدانوں کا مقابلہ کیا اور جس نے منتشر مسلمانوں کو ایک منظم اور طاقتور قوم بنایا۔ آج اس کی یہ حالت تھی کہ جب وہ کاغذ پر دستخط کر چکے تو قطعی تھک چکے تھے۔

قائدِ اعظمؒ آخری دنوں میں کیا سوچ رہے تھے اس کا کچھ اندازہ ہیکٹر بولائتھو کی تحریر کردہ سوانح عمری سے ہوتا ہے۔ یہ انگریز مصنف لکھتا ہے۔

"پانچ ستمبر کی شام قائدِ اعظمؒ کو نمونیا ہو گیا۔ تین دن تک ان کا بخار چڑھتا رہا۔ بے چینی بھی تھی اس حالت میں اکثر وہ بڑبڑاتے تھے۔ اس طرح ان خیالات کا سراغ مل سکتا تھا جو ان کے ذہن میں تھے۔ اس حالت میں جو آخری لفظ ان کی زبان سے نکلے وہ کشمیر کے متعلق تھے۔ اچانک ان کی آواز بلند ہو گئی تھی اور انہوں نے کہا تھا۔

"آج کشمیر کمیشن نے مجھ سے ملنے آنا تھا، وہ اب تک

marfat.com

کیوں نہیں آئے، وہ کہاں ہیں؟"

محترمہ فاطمہ جناح لکھتی ہیں کہ اگست کے آخر میں قائد اچانک افسردہ رہنے لگے تھے۔ ان دنوں ایک روز انہوں نے کہا۔

" فاطمی! اب مجھے زندہ رہنے میں کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ میں جتنی جلدی اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں اتنا ہی اچھا ہے۔"

کرنل الٰہی بخش کے اس مشورے پر کہ کوئٹہ کی بلندی بھی اب ان کے لیے فائدہ مند نہیں رہی، قائد نے بڑے حوصلے سے کہا۔

" ہاں ٹھیک ہے، مجھے کراچی لے چلو، جہاں میں پیدا ہوا تھا وہیں دفن ہونا چاہتا ہوں" محترمہ فاطمہ جناح لکھتی ہیں۔

انہوں نے آنکھیں بند کر لیں اور جلد ہی انہیں نیند نے آلیا لیکن نیند میں بھی وہ بے آرام رہے اور بڑبڑاتے رہے کہ:۔

" ماں۔ پپا۔ کشمیر۔ مہاجرین۔ فاطمی "

اور اب اس ڈوبتے سورج کی آخری کرنیں۔

زیارت سے واپسی کے سفر میں..... کوئٹہ سے کراچی کے راستے میں گیس ماسک ان کے منہ پر رکھا جاتا تو وہ اُسے ہٹا دیتے جیسے کہہ رہے ہوں "سب بیکار ہے"۔ پھر محترمہ فاطمہ جناح نے ڈاکٹر کرنل الٰہی بخش کو بلایا اور قائد اس حالت میں بھی ڈاکٹر کی نصیحت مان گئے۔ ڈسپلن اور ڈسپلن..... آخری ڈسپلن۔

شاید اور کچھ دیر میں سانس کی آمد و رفت ختم ہونے کو ہے۔ وہ جس سے انگریز خوفزدہ تھا، جس سے ہندو کانپتا تھا، جہاز میں اپنے بستر پر نڈھال پڑا ہے۔

پھر منظر بدلتا ہے۔

ماڑی پور کے ہوائی اڈے سے گورنر جنرل کی سرکاری رہائش گاہ کے راستے میں..... بانی پاکستان کو لے جانے والی ایمبولینس خراب کھڑی ہے۔ نہ جانے کون ظالم لوگ تھے جو اس حرکت کے مرتکب ہوئے جنہوں نے اس حالت میں بھی انہیں "آرام" نہ کرنے دیا۔

نرسنگ سپرنٹنڈنٹ سسٹر ڈنہم نے جو کوئٹہ سے ساتھ آئی تھیں، بیان کیا:۔

ہم مہاجروں کی بستی اور اس کی کیچڑ سے زیادہ دُور نہ تھے۔ ایمبولینس خراب کھڑی تھی اور مکھیوں نے ہمیں گھیر لیا تھا۔ میں مسٹر جناح کے منہ پر پنکھا جھلنے لگی تاکہ مکھیاں نہ بیٹھیں۔ چند منٹ تک ان کے پاس میرے سوا کوئی نہ تھا۔ اسی اثناء میں انہوں نے میری دلجوئی اس انداز میں کی کہ میں ساری عمر نہیں بھول سکتی۔ انہوں نے چادر میں سے اپنا ہاتھ نکالا اور میرے بازو پر رکھ کر میرا شکریہ ادا کیا۔ وہ زبان سے کچھ نہ کہہ سکتے تھے مگر ان کی آنکھوں سے تشکر کے جذبات کا اظہار ہوتا تھا۔

محترمہ فاطمہ جناح کے بقول ائرپورٹ سے گھر تک یہ سفر دو گھنٹے میں مکمل ہوا کیونکہ ایمبولینس خراب ہوگئی تھی قائد کو بستر پر لٹا کر ان کا معائنہ کیا اور پھر باہر چلے گئے۔ میں ان کے پاس اکیلی تھی۔ وہ کوئی دو گھنٹے تک آرام کرتے رہے پھر میں نے انھیں کچھ کہتے سُنا۔ میں قریب گئی... انہوں نے سرگوشی کے عالم میں کہا " فاطمی خدا حافظ" پھر انہوں نے کلمہ طیبہ پڑھا۔ ان کا سر آہستہ سے دائیں طرف گر پڑا اور ان کی آنکھیں بند ہوگئیں۔

یوں سورج کی آخری کرن نے بھی طویل تاریکیوں کے سامنے دم توڑ دیا۔

قائدِ اعظمؒ آج ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں لیکن ان کی باتیں ہمیشہ یاد رہیں گی۔ وہ ان کا ایک مقصد عظیم کے لیے ٹوٹ ٹوٹ کر جڑنا، بیماری اور نقاہت کے باوجود پوری قوم کو حوصلے دینا۔ وہ سفر کے دوران بے ہوش ہو کر بار بار گرنا، وہ ڈاکٹروں کو ہدایت کرنا کہ ان کی بیماری کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ وہ آخری دنوں میں بھی مہاجرین اور کشمیر کے بارے میں سوچنا، وہ ایک ایک دستخط کے لیے بستر سے اُٹھنے کی خاطر سہارا لینا، وہ آخری سانسوں میں بھی کشمیر کا ذکر، یہ سب کیا تھا۔ اس نحیف جسم میں پہاڑ جتنا دل اور چٹان جتنا مضبوط حوصلہ تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ آخری لمحے تک پاکستان کے لیے سوچتے رہے۔ اس پاکستان کے بارے میں جس کے متعلق شاید ہم اپنے چوبیس گھنٹوں میں سے ایک منٹ بھی سوچنے کو تیار نہیں۔

(اناللہ وانا الیہ راجعون)

ماہنامہ **المعصوم کیلئے — آپ بھی لکھیے!**

ہماری خواہش ہے کہ یہ رسالہ تمام قارئین کے احساسات کا آئینہ دار ہو، اس کا ہر لفظ و ہر تحریر آپ ہی کے دل کی دھڑکن اور سوچ بن کر صفحات پر چمکے لیکن حصول مقصد کے لیے ہمیں آپ کے قلمی تعاون کی ضرورت ہے، آپ اپنے خوشگوار، ناخوشگوار، دلچسپ، عجیب، حیرت انگیز تجربات و مشاہدات اور مختلف موضوعات پر اپنے خیالات، حقائق و شواہد تحریر کیجیے۔

علاوہ ازیں، دلچسپ اور عجیب معلومات اقوال بھیجیے اور صاحبِ سخن اپنے اور دیگر شعراء کے پسندیدہ شعر بھی ارسال کر سکتے ہیں۔ ہم انہیں اپنے رسالہ کی زینت بنائیں گے جو آپ کے بھی قابلِ فخر اور قارئین کے لیے باعثِ معلومات ہوگی

ماہنامہ المعصوم پوسٹ بکس نمبر ۵۸۶ پوسٹ کوڈ نمبر (۷۴۲۰۰) کراچی

marfat.com

معجون مرضِ گناہ

مرسلہ: سید مزمل احمد شاہ

روایت ہے شبلی شیخ کامل / بزرگِ پاک باطنِ صاحبِ دل
سوئے دارالشفا گزرے تو دیکھا / کہ بیٹھے سب ہیں صالح اور اطبا
دوائیں سینکڑوں آگے دھری ہیں / گیاہ خشک سے پڑیاں بھری ہیں
مریضوں سے مکاں سارا ہے معمور / کوئی نزدیک ہے ان کے کوئی دور
کوئی نالاں ہے کوئی چپ کھڑا ہے / کوئی بیٹھا ہے اور کوئی پڑا ہے
اطبا سب ہیں صرفِ چارہ سازی / زباں پر سب کی حرفِ چارہ سازی
کہا شبلی نے بھی اک چارہ گر سے / بہا کر اشک اپنی چشمِ تر سے
کہ مجھ کو بھی گناہوں کا مرض ہے / شفا حاصل ہو اس سے یہ غرض ہے
اگر اس کی دوا بھی ہو ترے پاس / نہ توڑ اس وقت مجھ بیمار کی آس
کہ میں اس درد سے ہوں سخت بیتاب / رہا کرتا ہوں اکثر بے خور و خواب
کہا اس نے نہیں اسکی دوا کچھ / نہیں تدبیر جز فضلِ خدا کچھ
یہاں ہوگا نہ اس غم سے افاقہ / طبابت کو نہیں اس سے علاقہ
کوئی دیوانہ تنکے چن رہا تھا / یہ باتیں جو ہوئیں سب سن رہا تھا
اٹھا کر سر کہا شبلی! ادھر آ / بتا دوں میں دوا اس کی ادھر آ
حیا کے پھول صبر و شکر کے پھل / نیاز و عجز کی جڑ غم کی کونپل
نہالِ صدق کی ڈالی کے اوراق / ادب کی چھال تخمِ حسنِ اخلاق
ریاضت کا اگر ہاون ہو ممکن / تو اس میں کوٹ ان کو رات اور دن
عرقِ اشکِ پشیمانی کا لے کر / کیا کر روز اس میں ان کو تر
کئی چلے یہی معمول کر لے / پھر ان کو دیگچی میں دل کی بھر لے
اوجاغِ شوق پر رکھ کر پکانا / رہے خامی تو جاں اپنی جلانا
مناسب چھاننے کا پھر ہے سامان / صفائے قلب کی صافی میں تو چھان
جو چھن کر صاف ہو جائے وہ پانی / ملانا شکرِ شیریں زبانی
کہ یہ معجون کھاتی ہے بڑی آنچ / محبت کی اسے دینا کڑی آنچ
غرض جب ہو چکے معجون تیار / رہے نقصان نہ باقی کوئی زنہار
تو رکھنا حفظ کی ڈبیہ میں بھر کے / ہوائے اتقا سے سرد کر کے
جہاں تک تجھ سے کھائی جائے کھانا / کچھ اس کی قدر شربت پر نہ جانا
مضر ہونے کا اندیشہ نہیں کچھ / ضرر اس نے نہیں بخشا کہیں کچھ
موادِ فاسدِ عصیاں کے حق میں / نہیں مثل اس کا ہستی کے ورق میں
ہوا ہو جائے گا دردِ معاصی / جو چاہے امتحاں کر دیکھے عاصی
نسخہ ہے نہایت آزمودہ / اطبائے معارف کا ستودہ
کہا شبلی نے، حضرت بارک اللہ / یہ نسخہ ہے کرامت بارک اللہ
یہ سن کر ہوگیا غائب وہ مجنوں / پھر آئے شیخ شبلی دل جگر خوں

marfat.com

سوشل راؤنڈ اپ

روحانی، ادبی، سماجی سرگرمیوں کی رپورٹ

رپورٹ: عابد حسین صدیقی

ہندو نوجوان کا قبول اسلام

۶ اگست بروز پیر اللہ ہو منزل جناح آباد نمبر ۲ بر مکان محمد ہاشم گھانچی صاحب جہاں ہر پیر کو محفل ختم خواجگان سلسلہ عالیہ نقشبندیہ، مجددیہ، نوابیہ، معصومیہ زیر قیادت حضرت صوفی محمد اسلام لودھی خلیفہ مجاز دربارِ عالیہ موہری شریف کراچی اہتمام ہوتا ہے۔ محفل پاک کے اختتام پر ایک ہندو نوجوان اشوک کمار نے استدعا کی کہ "میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں" لہٰذا حضرت صوفی محمد اسلام صاحب لودھی کے دست حق پر قبول اسلام کے بعد سلسلہ عالیہ نقشبندیہ، مجددیہ، نوابیہ، معصومیہ، میں داخل ہو کر بیعت کا شرف بھی حاصل کیا ان کا اسلامی نام محمد عمر رکھا گیا۔ بعد میں تمام حاضرینِ محفل نے مبارک باد پیش کی اور استقامت کی دعا کی گئی۔

اتحاد و اتفاق پیدا کریں

اسلام، انسانیت کا مغز ہے اور امام عالی مقام حضرت سیدنا حسین پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیگر بہتّر نفوسِ قدسیہ سمیت اس کے تحفظ میں بے مثال ولازوال قربانیاں دے کر سب ہی پر احسان عظیم کیا ہے۔ یہ الفاظ جواں سالہ خطیب مولانا حافظ محمد اعجاز عالمگیر معصومی نے جامع مسجد معصومیہ رضویہ میں گزشتہ جمعۃ المبارک کے پر ہجوم لیکن انتہائی منظم اجتماع سے خطاب میں کہے۔ مجمع مکمل طور سے موصوف کی گرفت میں تھا۔ مولانا معصومی جب حسنین کریمین رض کے خصائل و محاسن بیان کرتے تو نہ صرف ہر آنکھ چمک اٹھتی بلکہ فضا نعرہ ہائے تکبیر و رسالت سے مخمور ہوجاتی اور مصائب و آدبار کا ذکر چھیڑتے تو کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جس سے آنسوؤں کی جھڑی نہ پھوٹی ہو۔ حافظ محمد اعجاز عالمگیر نے امتِ مسلمہ پر زور دیا کہ وہ اپنی صفوں میں اتحاد و اتفاق پیدا کریں اور دشمنان دین و ملت کے نزدیک مزید نشانہ تضحیک نہ بنیں۔

دعائے مغفرت

موت اور حادثات انسان کو زندگی کے جھمیلوں سے چونکانے کا سبب بنتے ہیں۔ تاکہ وہ عاقبت کے لیے بھی زادِ راہ تیار کر لے لیکن وائے افسوس کہ وہ چند ثانیے کے بعد پھر زندگی کی گوناں گوں رنگا رنگی میں کھو جاتا ہے۔ یہ الفاظ حضرت مولانا صاحبزادہ سید افتخار الحسن خطیب اعظم فیصل آباد نے گوجرہ شہر سے چند کوس کے فاصلے پر چک نمبر ۳۰۲ نور پور جٹاں کی ایک زبردست تعزیتی تقریب میں کہے۔ تقریب کی صدارت عظیم عالمی مبلغ اسلام الحاج اعلیٰحضرت خواجہ محمد معصوم

شامِ ہمدرد

شام ہمدرد سے تکبیر کے مدیر اعلیٰ صلاح الدین اور خالد ایم اسحاق خطاب کر رہے ہیں،

marfat.com

روحانی، ادبی، سماجی سرگرمیوں کی رپورٹ

نقشبندی، مجددی سجادہ نشین موہری شریف کھاریاں نے کی۔ المعصوم ہسپتال پیرمحل کے بانی ڈاکٹر محمد اکرام نے اپنے شہید بھائی جناب شمس تبریز اور رفقاء کا تفصیلی ذکر خیر کیا۔ مولانا علامہ پیر غلام حسین گوجرہ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں فلسفۂ موت وحیات شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا۔ تقریب صلوٰۃ وسلام بحضور خیرالانام ﷺ و شہداء کے لیے دعائے مغفرت پر منتج ہوئی جبکہ آغاز میں مرحومین کے واسطے ختم شریف پڑھا گیا۔

الفلاح سوسائٹی کیجانب سے
جشن آزادی مبارک

یوم آزادی کی خوشی میں الفلاح سوسائٹی شاہ فیصل کالونی کے اہل محلہ نے ایک خوبصورت پروگرام منعقد کیا جس میں معززین شہر اور اہلِ محلہ نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ پروگرام کے مہمان خصوصی چوہدری محمد اسلم اور صدر محفل محمد شفیع (مدیر المعصوم) تھے۔

پروگرام کا آغاز آٹھویں کلاس کے طالب علم عرفان اعوان کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ذیشان نے پیش کی۔ پروگرام کی ابتدا

سمیرا رفیق، سبین احمد اور حنا نے جو انتہائی خوبصورت کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھیں، ٹیبلو میں حصّہ لیا۔ یوم آزادی کے اعتبار سے مختلف تاریخی اور مزاحیہ خاکے اور علاقائی ڈریس

یوم آزادی کے سلسلے میں منعقدہ پروگرام میں مہمان خصوصی چوہدری محمد اسلم صدر محفل محمد شفیع (مدیر المعصوم) اور سہیل احمد صدیقی،

نہایت شاندار طریقے سے "ویل کم" ٹیبلو سے ہوئی جس میں مقامی اسکول کی بچیوں حمیرا زیب، سمیرا زیب، شازیہ داؤد، سارہ انور،

شو بھی پیش کیا گیا جس میں محمد سعید صدیقی، شہزاد اطہر، ابرار حسین بخاری، تیمور خٹک اور عمران شامل تھے۔ ملی نغمے ذیشان قادر، اویس علی، مفسر احمد، عرفان اور سلیمان جبکہ لڑکیوں میں شازیہ قادر، حمیرا زیب، سمیرا زیب، سمیرا رفیق، حنا اور سبین نے انتہائی شاندار طریقے سے پیش کیے۔ پروگرام میں یوم آزادی کی اہمیت و افادیت اور تحریک پاکستان کے اغراض ومقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے اور نوجوان نسل میں آزادی کا شعور اجاگر کرنے کے لیے پاکستان کوئز کے موضوع سے سوالات وجوابات اور تقریری مقابلے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ تقریری مقابلے کا عنوان ایمان، اتحاد، تنظیم اور یقین محکم تھا۔ پاکستان کوئز میں عدنان، مبشر، حنا، عرفان، شیزار انوار، حمیرا زیب، سمیرا رفیق اور شازیہ نے شرکت، شیراز انوار نے انتہائی ذہانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے

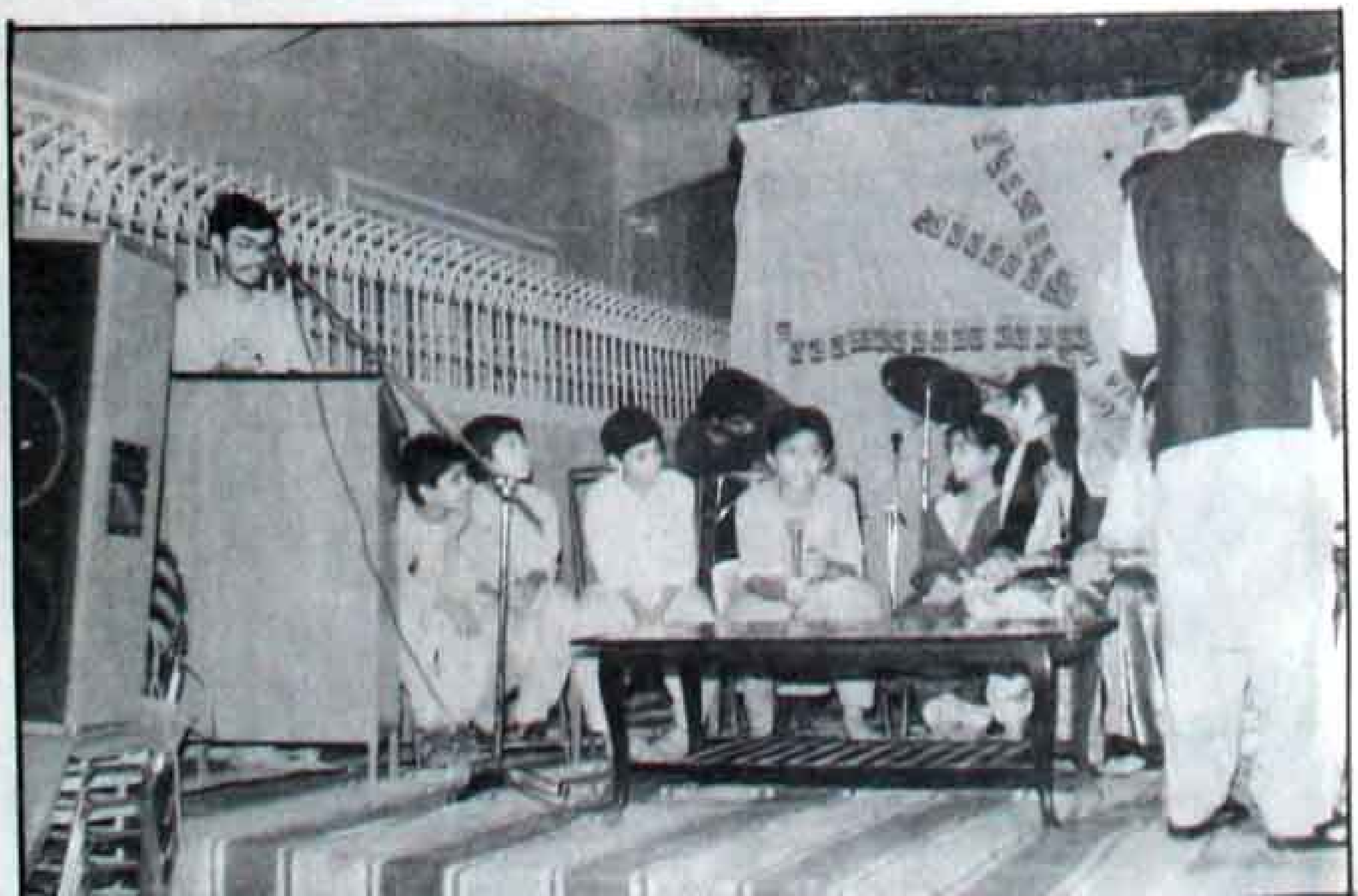

کوئز پروگرام میں بچے سوالات کے جوابات دے رہے ہیں جبکہ کمپئرنگ کے فرائض محمد سعید صدیقی انجام دے رہے ہیں،

marfat.com

روحانی ، ادبی ، سماجی سرگرمیوں کی رپورٹ

ڈریگون آرٹ کراٹے ڈو کے کراٹیکاز کا ماسٹر سلیم خان بلیک بیلٹ سیکنڈ ڈان اور مہمان خصوصی چوہدری محمد اسلم کے ساتھ ایک گروپ فوٹو ۔

اول انعام حاصل کیا جبکہ دوسرے نمبر پر حیرا زیب اور تیسرے نمبر پر سمیرا رفیق تھیں ۔ تقریری مقابلے میں شعلہ بیاں مقرر شہیلا نے اول اور عاطف حسین صدیقی نے دوئم انعام حاصل کیا ۔ بچوں کے مقابلے میں شازیہ نادر اول ، مفسر احمد خان دوئم اور عرفان رفیق سوئم رہے ۔ عاصم مرزا اور ریحان شوکت نے جیوری کے فرائض انجام دیئے ۔ موسیقی کے پروگرام سے قبل جوڈو کراٹے کا عظیم الشان مظاہرہ پیش کیا گیا جس میں ڈریگون آرٹ کراٹے ڈو کے کراٹیکاز دانش سہیل ، محمد علی ، نسیم احمد ، کرن رئیس ، ناصر سلیم وزیر اور عابد حسین صدیقی نے اپنے ماسٹر سلیم خان بلیک بیلٹ سیکنڈ ڈان کی سرپرستی میں شرکت کی ۔ کلب کے سب سے کم سن کراٹیکا دانش سہیل نے فائر گلاس بریکنگ ، سلیم وزیر نے باڈی کنڈیشنگ اور نسیم احمد نے ننچکو کا مظاہرہ پیش کیا جبکہ ناصر اور سلیم نے سیلف ڈیفنس اور محمد علی نے ٹائیلز بریکنگ کا مظاہرہ کیا ، کرن رئیس (یلو بیلٹ) نے ہاتھ سے ٹائلز بریک کیے جبکہ ان کے سر پر گیرز ٹائلز بریک کیے گئے ۔ عابد حسین صدیقی نے ہاتھ کی ضرب سے کسی گیپ کے بغیر دس گیرز ٹائلز بریک کیے ۔ اس کے علاوہ ان کے پیٹ پر ۱۲ ارکونڈے ہتھوڑے کی مدد سے توڑے گئے ۔ پروگرام کے منتظمین محمد سعید صدیقی اور سہیل اقبال تھے ۔ ممبرز انتظامیہ میں محمد عظیم صدیقی ، شہزاد اطہر ، ابرار حسین بخاری ، طارق عزیز اور ثمینہ احمد شامل تھے ۔ بعد ازاں علی الصبح تک شعر و نغمہ کا پروگرام جاری رہا جس کے بعد یہ عظیم الشان پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا ۔

محمد سعید صدیقی اور انکے ساتھی ٹیبلو پیش کر رہے ہیں

اخبار" فن و صحافت" کی تقریب اجراء

کراچی آرٹس کونسل میں ۱۲ / اگست ۹۰ء بمطابق ۲۰ / محرم الحرام ۱۴۱۱ھ کو انجمن فروغ فن و صحافت کی جانب سے ایک ہفت روزہ اخبار" فن و صحافت " کی تقریب اجراء منعقد ہوئی ۔ تقریب کے مہمان خصوصی اورینٹ ایڈورٹائزنگ کے سینئر ایگزیکٹیو اختر حسین علوی ، تقریب رونمائی کے مہمان خصوصی مشہور زمانہ صحافی اور اردو کنٹریٹر جناب منیر حسین تھے جبکہ صدر محفل جناب محمد نیاز تھے ۔ تقریب کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا ۔ نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پی آئی اے کے محمد صابر نے پیش کی ۔ سابق کونسلر اور اورینٹ ایڈورٹائزنگ کے سینئر ایگزیکٹیو اختر حسین علوی نے اپنے خطاب میں کہا کہ وہ اخبارات و جرائد کامیاب ہوتے ہیں جنہیں گھر کا ہر فرد آسانی پڑھ سکے اور سمجھ سکے ۔ جناب منیر حسین نے تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج کل جو نوجوان صحافت میں قدم رکھ رہے ہیں ۔ ان میں بھرپور جذبہ اور خداداد صلاحیتیں موجود ہیں ۔ اس کے علاوہ پاکستان فلم اینڈ ٹی وی جرنلسٹس ایسوسی ایشن کے جنرل سیکریٹری پرویز مظہر ، اطہر جاوید صوفی ، شبیر علی ، کراٹیکا انعام اللہ خان ، علی اختر اور دیگر لوگوں نے بھی شرکت کی اور تقریب سے خطاب کیا ۔ اخبار فن و صحافت کے ایڈیٹر سلیم الزمان خان نے کہا کہ وہ کھلاڑیوں اور فنکاروں کوان کا حقیقی تشخص دلانے کی کوشش کریں گے

marfat.com

حیرت انگیز

مریخ پر انسانی بستیوں کا قیام

مریخ پر انسانی بستیوں کا قیام اب کوئی خیالی بات نہیں رہی بلکہ عنقریب حقیقت کا روپ دھارنے والی ہے۔ اندازہ ہے کہ آئندہ 25 سال کے دوران انسان مریخ پر پہنچنے میں نہ صرف کامیاب ہو جائے گا بلکہ اس کی سطح پر انسانوں کے لئے بستیاں بھی بنائی جائیں گی اور پھر اس کے 5 سال بعد وہاں انسان کی آبادکاری بھی شروع ہو جائے گی۔ یہ بات امریکی خلائی ادارے ناسا کے ڈپٹی اسٹنٹ ایڈمنسٹریٹر ڈاکٹر ڈگلس وینڈل نے بتائی۔ انہوں نے بتایا کہ مریخ پر انسانوں کو سورج کے خطرناک تابکاری اثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے سطح کے نیچے آبادیاں قائم کی جائیں گی۔ اس سلسلے میں پہلا کام ایک خلائی اسٹیشن کی تعمیر ہے۔ جس کے پرزے جات امریکہ کے مختلف حصوں میں بنائے جارہے ہیں توقع ہے کہ 2015 تک انسانوں کو مستقل طور پر مریخ پر آباد کر دیا جائے گا۔

OOOOOO

دنیا کی پہلی تیرتی ہوئی مسجد

جولائی 1976ء میں شیخ الازہر نے عرب جمہوریہ مصر (فورٹ سوئز، نہر سوئز) میں دنیا کی پہلی تیرتی ہوئی مسجد کا افتتاح کیا۔ یہ مسجد یونان کے ایک کروڑپتی شخص پرنلیس کے ایک جہاز میں تعمیر کی گئی ہے۔ بحری جہاز کا نام "میریا نال" ہے اس مسجد میں ایک مذہبی تعلیمی ادارہ بھی قائم ہے۔ اور رہائش کے لئے کمرے بھی۔ اس مسجد میں کثیر تعداد میں نمازیوں کے لئے گنجائش ہے۔

OOOOOO

40 دن میں 40 ہزار افراد کو مسلمان کیا

مشہور ولی اللہ امیر کبیر سید علی ہمدانی نے کشمیر میں 40 دن کے قیام کے دوران 40 ہزار افراد کو مسلمان کیا تھا۔

OOOOOO

بازوؤں سے محروم مصور

بلجیئم کے چارلس فیلو کا شمار انیسویں صدی کے مشہور ترین مصوروں میں ہوتا ہے۔ اس کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ پیدائشی طور پر بازوؤں سے محروم تھا اور تمام تصاویر وہ اپنے پیروں کی مدد سے بناتا تھا۔

OOOOOO

سات رنگوں کا سورج

سری لنکا کے مغرب میں چند پہاڑیاں ہیں جنھیں آدم کی پہاڑیاں کہتے ہیں۔ یہاں سورج غروب ہونے سے تھوڑی دیر پہلے کا نظارہ انتہائی دلکش ہوتا ہے۔ کیونکہ سورج غروب ہونے سے کچھ دیر پہلے سرخ رنگ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ کچھ وقفے کے بعد سرخ رنگ مدھم ہوتا ہے اور سبز رنگ ابھر آتا ہے اسی طرح وقفے وقفے سے سات رنگ بدلنے کے بعد سورج غروب ہو جاتا ہے۔

OOOOOO

حیرت انگیز چشمے

سری لنکا میں ایک مقام سے ایک ہی جگہ سے تین چشمے نکلتے ہیں لیکن قدرت خداوندی ہے کہ ان میں سے پہلے چشمے کا پانی سرد، دوسرے چشمے کا پانی نیم گرم اور تیسرے اور آخری چشمے کا پانی انتہائی گرم ہوتا ہے۔

OOOOOO

260 ستونوں والی مسجد

جامع مسجد احمد آباد (بھارت) وہ مسجد ہے جو دو سو ساٹھ (260) ستونوں پر تعمیر کی گئی ہے۔

OOOOOO

وقت کا انتہائی پابند چشمہ

جنوبی فرانس کے پہاڑی علاقے میں ایک سرنگ نما غار ہے جہاں سے یہ چشمہ بہتا ہے۔ اس قدرتی چشمہ کا پانی گھڑی کی طرح وقت کی پابندی کے ساتھ 36 منٹ 36 سیکنڈ بہتا ہے اور پھر 33 منٹ 3 سیکنڈ کے لئے رک جاتا ہے اور پھر اس وقفے کے بعد اتنی ہی دیر مسلسل بہتا رہتا ہے۔ یہ چشمہ اس پابندی کے ساتھ ایک زمانے سے بہہ رہا ہے اور اس کے رکنے اور بہنے کے وقت میں کوئی فرق نہیں آیا۔

OOOOOO

200 سال بعد تجربہ گاہ برآمد ہوئی

مشہور مسلم سائنسدان جابر بن حیان جو 721ء میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور جنہیں "بابائے کیمیا" کہا جاتا ہے۔ ان کی پوری تجربہ گاہ اور چند قلمی نسخے ان کی موت کے تقریباً 200 برس بعد کوفہ کی ایک گلی کی کھدائی کے دوران برآمد ہوئے۔

OOOOOO

بچوں کی فطرت والے درخت

شمالی افریقہ میں بعض جگہ ایسے درخت پائے جاتے ہیں جو چھوٹے بچوں کی طرح کلکاریاں مارتے ہیں اور سانس لیتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔

marfat.com

نظمیں و غزلیں

شب کی تاریک رداؤں کو لپیٹے معصوم
موت کے کیمپ میں بیٹھے تھے ہراساں لرزاں
بھیڑیے کھیس نکالے ہوئے جھپٹے ان پر
جبڑے کھولے ہوئے سگ ٹوٹ پڑے غرّا کر
شور چیخوں کا اٹھا دشت و جبل گونج اُٹھے
در و دیوار سے فوارۂ خون چھوٹ پڑا
تھم گیا رقص تو یہ چشمِ جہاں نے دیکھا
کہیں بازو ہیں، کہیں جسم کہیں سر کہیں پاؤں
دھوپ میں کوئی سڑک پر، کوئی دیوار تلے

ایک سناٹا ہے انساں نہ درندہ کوئی
لاشیں ہی لاشیں ہیں باقی نہیں زندہ کوئی

احمد فاخرؔ

زندگی لے کے اربابِ جاں چل دیئے
راہ سونی ہوئی کارواں چل دیئے

بن آئے سراپا حقیقت مگر
دکھا کر خوابِ گراں چل دیئے

کہنے آئے تھے محفل میں اک داستاں
بن کے عنوانِ ہر داستاں چل دیئے

بعد ترکِ محبت ہم ان کی طرف
جانے والے نہ تھے ناگہاں چل دیئے

کب اٹھا بارِ ہستی کہ اہلِ جنوں
ناتواں آئے تھے ناتواں چل دیئے

اے شکیلؔ ان کی محفل سے جاتے تو ہو
اور اگر دل نے پوچھا کہاں چل دیئے

شکیل بدایونی

marfat.com

آپ کے خطوط

"المعصوم" کا اگست کا شمارہ میرے سامنے ہے۔ حضرت پیر صاحب کے نام سے منسوب رسالہ کو ورق گردانی کرنے سے تحریر کا انداز اور مضامین کی ترتیب مناسب پائی۔ دل بہت مسرور ہوا امید ہے کہ مسلکِ حق اہلسنت والجماعت کی بھرپور نمائندگی فرمائیں گے۔

زیڈ۔ آئی۔ اطہر پشاور

المعصوم کا شمارہ دیکھنے کا اتفاق ہوا ماشاءاللہ یہ اہلسنت کے لیے عظیم کاوش و خوشخبری ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ بصدقہ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جریدہ کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ کامیابی وکامرانی ہر میدان میں اس کے قدم چومے، ناکامی کی بادِ خزاں اس سے لاکھوں میل دور سے بھی نہ گزرنے پائے۔ (آمین)

محمد بارغ علی رضوی
خطیب جامع مسجد سعیدیہ رضویہ
فیصل آباد

آپ نے ایک دینی رسالہ نکالا، بلاشبہ ایک لائق تحسین کام ہے۔ خصوصاً اس دور میں جبکہ الحاد، جہل اور ناشائستگی کے بادل ہر طرف گھرے ہوئے ہیں مگر یہ کام آسان نہیں ہے۔ مضامین جو دیں ان کے اندر قرآنی حوالے ضرور دیں اور احادیث مصدقہ کے بھی حوالے ہونے چاہئیں۔ کیونکہ دینی پرچہ کمزور مضامین کا متحمل ہرگز نہیں ہوسکتا۔

احمد صغیر صدیقی۔ کراچی

اولاً تو میری طرف سے "المعصوم" کی اشاعت پر دلی مبارکباد قبول فرمائیے۔ تازہ شمارہ پڑھا بلکہ کئی بار پڑھا، روحانی بالیدگی حاصل ہوئی۔ حمد و نعت کا معیار بہت خوب ہے، سبحان اللہ۔ باقی مضامین بھی بہت خوب تھے۔ البتہ فقیر کے خیال میں ابھی اس پرچے پر مزید محنت کی ضرورت ہے۔ بلکہ جس معیار کا ایسا پرچہ تقاضا کرتا ہے اس کے لیے محنت شاقہ کی ضرورت ہے خصوصاً جس اخلاقی اور روحانی گراوٹ کے دور سے ہم گزر رہے ہیں اس وجہ سے ایسے رسائل کی اہمیت بڑھ جاتی ہے تاکہ اصلاح حال ہوسکے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی محنت کے جذبوں کو استقامت فرمائے اور اس شمع روحانیت کو تیز تر کرنے کی طاقت و توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

نذیر احمد بھٹی
صدر شعبہ اسلامیات
گورنمنٹ ایس ای کالج۔ بہاولپور

"المعصوم" کی اشاعت پر آپ کو مبارکباد قبول ہو۔ یہ بہت ہی خوبصورت اور اولیاء کرام کے مناقب پر بہت شاندار پرچہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کی اس کاوش کو قبول و منظور فرمائے (آمین)۔ پرچے کے سلسلے میں میری ایک تجویز یہ ہے کہ آپ ان اولیائے اکرام کے حالات اور مناقب شائع کریں جن کے عرس مبارک ہو رہے ہوں۔ میں اولیائے کرام، علمائے کرام اور مشائخ عظام سے بڑی عقیدت رکھتا ہوں۔ ان کی محبت انسان کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیتی ہے۔ اور بھٹکے ہوئے انسانوں کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ رسالہ یقیناً اس محبت کو دوچند کر دے گا۔

محمد اشرف قادری حیدرآباد

"المعصوم" کا تازہ شمارہ نظروں سے گزرا۔ یقیناً آپ لوگوں کی محنتوں کا انتہائی اعلیٰ نمونہ و شاہکار تھا۔ حمد سے لے کر انعامی صفحے "اسلامی معلومات" کے سوالات کے انتخاب تک میں سے آپ کی محنت، لگن اور جستجو کا اندازہ ہو رہا ہے۔ آپ اور آپ جیسے کئی دوسرے لوگ جو لوگوں کو راستہ بھٹک جانے والے گمراہوں کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی دعوت دے تو رہے ہیں لیکن پھر انسان نہ جانے کیوں دن بدن مذہب سے بیگانہ ہوتا جا رہا ہے۔ حالانکہ اسلام وہ واحد مذہب ہے جس میں ایک مکمل ضابطہ حیات کا راستہ موجود ہے۔ زندگی کے کسی معمولی سے معمولی پہلو کو بھی اسلام نے نظر انداز نہیں کیا ہے بلکہ قدم قدم پر انسان کی راہنمائی فرمائی ہے۔ لیکن انسان ہمیشہ نقصان میں رہا ہے چنانچہ آج بھی وہ اسلام سے منہ موڑ کر سخت نقصان میں ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانانِ عالم کو آپ کے پرچے میں دی ہوئی اچھی اچھی اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

ناصر محمود۔ ڈسکہ

"المعصوم" کا تیسرا شمارہ میرے سامنے ہے۔ حضور خواجہ سرکار مدظلہٗ العالی کی نسبت نے اس رسالہ کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ ورق گردانی کرتے سے تحریر کا انداز مضامین کی ترتیب مناسب پائی۔ دل بہت مسرور ہوا۔ امید ہے کہ مسلک حق اہلسنت والجماعت کی بھرپور نمائندگی فرمائیں گے

زیڈ۔ آئی۔ اطہر۔ پشاور

ماہنامہ المعصوم شائع کرنے پر میری طرف سے مبارکباد قبول فرمائیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ماہنامے کو دن دوگنی، رات چوگنی ترقی دے۔ حضور خواجہ سرکار مدظلہ العالی سے مری میں ملاقات کے دوران "المعصوم" کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ آپ

marfat.com

نے "المعصوم" کے لیے مضامین بھیجنے کا ارشاد فرمایا۔ میں خواجہ سرکار مدظلہ العالی کا پرانا مرید اور خادم ہوں، تین کتابوں کا مصنف بھی ہوں، اپنا رسالہ جاری ہونے پر اور بھی زیادہ خوشی ہوئی ہے اس لیے میرا قلمی تعاون انشاءاللہ جاری رہے گا۔ شعبہ ادارت کے تمام کارکنوں کی محنت قابلِ تحسین ہے۔

ضیاء الحسن فاروقی
شعبہ اسلامیات
گورنمنٹ کالج شیخوپورہ

"المعصوم" پڑھا، دل باغ باغ ہوگیا۔ میرے مرشد حضور خواجہ سرکار کا ذکر آیا تو میرے دل سے "اللہ ہو" "اللہ ہو" کی آواز آنے لگی۔ دورہ بھارت، نزول قرآن، مری، ملتان، بورے والا کے متعلق تفصیلات آپ نے جمع کیں بہت پسند آئیں۔ اب عرض یہ ہے کہ حضور خواجہ سرکار کے عرس پاک کے متعلق ہر شمارے میں کچھ نہ کچھ ضرور شائع کیا کریں جو کہ اب مارچ میں ہو رہا ہے۔

محمد اشرف نقشبندی۔ کراچی

ماہِ اگست کا شمارہ بڑی بے چینی سے انتظار کرنے کے بعد ملا۔ خوبصورت و دیدہ زیب سرورق دیکھتے ہی انتظار کی ساری کوفت دور ہوگئی۔ حمد اور نعت کے انتخاب پر بے اختیار داد دینے کو دل چاہا۔ باقی مضامین اور تحریریں بھی خوب سے خوب تر تھیں۔ رسالہ پڑھ کر روحانی سکون حاصل ہوا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جاوید اقبال۔ سیالکوٹ

"المعصوم" کا اگست کا شمارہ پڑھا۔ طبیعت بہت خوش ہوئی بلکہ ایمان تازہ ہوگیا۔ علم القرآن، فلسفہ شہادت تحریکِ پاکستان کی ۲ اہم دستاویزات والے مضامین کی بات ہی کیا تھی۔ اعلیٰ حضرت خواجۂ خواجگان مدظلہ العالی کے دورۂ بھارت کی تفصیل بھی بہت پسند آئی۔ خدا تعالیٰ آپ کو مزید دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

میاں محمد اکبر۔ لالہ موسیٰ

ماہنامہ 'المعصوم' کے منظر عام پر آنے کی بے حد مسرت ہے جیسے ہر ماہ عید کا چاند آسمان کے بجائے گھر میں اُتر آئے۔ آپ سے ایک گزارش یہ ہے کہ "المعصوم" کی مناسبت سے مضامین کو جگہ دی جائے۔ غزلوں اور دوسری چیزوں کے انتخاب میں بھی خصوصی طور پر احتیاط و توجہ دی جائے تاکہ "المعصوم" کا معیار قائم رہے۔ میری دعا ہے کہ رسالہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتا رہے۔

ایک معلمہ۔ کراچی

"اسلامی معلومات" میں انعام حاصل کرنے والے خوش نصیب

اسلامی معلومات پر مبنی سوالات و جوابات کے سلسلہ میں گزشتہ ماہ (اگست کے شمارے) کے سوالات کے صحیح جوابات مندرجہ ذیل ہیں:-

۱. ربیع الاول ۲ھ
۲. حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ
۳. وہ آٹھ فرشتے جنہوں نے عرش کو اپنے کاندھوں پر اٹھا رکھا ہے۔
۴. حضرت ثعلبہ بن شیبہ رضؓ
۵. ابوجہل عمر بن ہشام کا
۶. حضرت رقیہ رضؓ
۷. شرپسندی، فساد اور ہنگامہ پروری۔
۸. ۴۰ (چالیس) انسان
۹. نورالدین عبدالرحمٰن جامیؒ
۱۰. آپؐ بذریعہ خواب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت ہوئے تھے۔

تمام صحیح جوابات ارسال کرنے والے خوش نصیبوں کے نام:

کراچی سے عارض، اکبر، سنبل گل، اسرار احمد، دانش۔ لاہور سے نفیس، خالد، صغیر۔ حیدر آباد سے محمد سلطان، عبدالرحمٰن، مختار، تسنیم۔ کوئٹہ سے راشد، حمید، عمر

۹ جوابات درست بھیجنے والوں کے نام:

کراچی سے گلزار، قیصر، جمیل، اصغر، احمد، ناصر، مسعود۔ حیدر آباد سے وصی، عمران، عفت۔ کوٹری سے سعید، عظیم، اقبال، مسرور

۸ سوالات کے درست جوابات بھیجنے والوں کے نام:

میرپور خاص سے ذوالفقار علی درس

قرعہ اندازی کے ذریعے مندرجہ ذیل خوش نصیبوں کو انعام کا حقدار قرار دیا گیا۔

اوّل انعام: سنبل گل۔ کراچی
دوئم انعام: اقبال۔ کوٹری
سوئم انعام: ذوالفقار علی درس میرپورخاص

ادارہ ان خوش نصیبوں کو مبارکباد پیش کرتا ہے۔

marfat.com

اسلامی معلومات

سامنے دیئے گئے سوالات کے جوابات
۲۰ ستمبر ۱۹۹۰ء تک درج ذیل پتے پر ارسال کردیں۔

تمام سوالات کے صحیح جوابات پر
اوّل انعام ——— ۶ ماہ کیلئے ماہنامہ المعصوم
ایک غلطی کی صورت میں
دوسرا انعام ——— ۴ ماہ کیلئے ماہنامہ المعصوم
دو غلطیوں کی صورت میں
تیسرا انعام ——— ۲ ماہ کیلئے ماہنامہ المعصوم
ارسال کیا جائے گا۔

ایک سے زائد انعام کے حقدار قرار پائے جانے والوں کی صورت میں فیصلہ قرعہ اندازی کے ذریعے کیا جائے گا۔

جوابات ترتیب وار صفحہ کے ایک جانب واضح طور پر تحریر کرکے ارسال کریں۔
جوابات کے حل کے ساتھ نیچے دیا گیا کوپن آنا ضروری ہے ورنہ حل انعام یافتہ ہونے کی صورت میں بھی مسترد کر دیا جائے گا۔
حل اس پتہ پر ارسال کریں:
انچارج اسلامی معلومات
ماہنامہ المعصوم پوسٹ بکس نمبر ۵۸۶ پوسٹ کوڈ نمبر ۷۴۲۰۰ کراچی

سوالات

۱. حضرت مصعب بن عمیر رضؓ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا رشتہ تھا؟
۲. یہ الفاظ کس ہندو رہنما کے ہیں؟
"میں اسلام سے محبت کرتا ہوں اور میرے نزدیک اسلام کا بہترین رنگ وہ تھا جو حضرت عمر فاروق رضؓ کی خلافت میں نمایاں ہوا"
۳. ام المومنین حضرت جویریہ رضؓ کے ان دو بھائیوں کا نام بتائیے جو مسلمان اور صحابی تھے؟
۴. حضرت ثعلبہ بن قیس رضؓ کون تھے؟
۵. حضرت جبر رضؓ نے اسلام کا اظہار کب کیا؟
۶. غزوہ بدر میں حضرت جبرئیل عؑ کس صحابی کا حلیہ بنا کر میدان جہاد میں لڑے؟
۷. صلح حدیبیہ میں قریش نے عروہ بن مسعود رضؓ سے قبل کس کو لشکر اسلام کی تحقیق کے لیے بھیجا؟
۸. بنو جہینہ میں تبلیغ کی خاطر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کون سے دو صحابی گئے تھے؟
۹. ذوالنورین تو حضرت عثمان غنی رضؓ کا خطاب تھا، بتائیے ذوالنور کن صحابی کا خطاب تھا؟
۱۰. ام المومنین حضرت میمونہ رضؓ کی والدہ کا نام کیا تھا؟

برائے ستمبر ۱۹۹۰ء
کوپن اسلامی معلومات

نام ____________________
پتہ ____________________

ماہنامہ المعصوم پوسٹ بکس نمبر ۵۸۶
پوسٹ کوڈ نمبر ۷۴۲۰۰ کراچی

marfat.com

ختمِ خواجگان

بعداز نمازِ مغرب جو سلسلہ عالیہ کا معمول ہے

سورۃ فاتحہ سات بار، درود شریف (صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ) سو بار، سورۃ الم نشرح اناسی ۷۹ بار سورۃ اخلاص ہزار ۱۰۰۰ بار، سورۃ فاتحہ سات بار، درود شریف سو ۱۰۰ بار آیت کریمہ پانچ سو ۵۰۰ بار، درود شریف سو ۱۰۰ بار، اس کے بعد یہ اسماء سو سو بار پڑھنے ہوں گے

نمبر	ورد	ترجمہ
۱	لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ	نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے
۲	یَا اَللّٰہُ	اے اللہ
۳	یَا عَزِیْزُ	اے پیارے
۴	یَا وَدُوْدُ	اے دوستی کرنے والے
۵	یَا کَرِیْمُ	اے کرم کرنے والے
۶	یَا وَھَّابُ	اے بخشش کرنے والے
۷	یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ	اے ہمیشہ زندہ و قائم رہنے والے
۸	حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ	کافی ہے ہم کو اللہ کیا ہی خوب کارساز ہے کیسا ہی خوب آقا ہے اور کیسا ہی خوب مددگار ہے
۹	یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ	اے حاجتوں کو پورا کرنے والے
۱۰	یَا دَافِعَ الْبَلِیَّاتِ	اے بلاؤں کو دور کرنے والے
۱۱	یَا حَلَّ الْمُشْکِلَاتِ	اے مشکلیں آسان کرنے والے
۱۲	یَا کَافِیَ الْمُھِمَّاتِ	اے مہمات میں کفایت کرنے والے
۱۳	یَا شَافِعَ الْاَمْرَاضِ	اے بیماریوں سے صحت دینے والے
۱۴	یَا مُنَزِّلَ الْبَرَکَاتِ	اے برکتیں نازل فرمانے والے
۱۵	یَا مُسَبِّبَ الْاَسْبَابِ	اے اسباب کو بنانے والے
۱۶	یَا رَافِعَ الدَّرَجَاتِ	اے درجات کو بلند کرنے والے
۱۷	یَا مُجِیْبَ الدَّعْوَاتِ	اے فریادوں کو سننے والے
۱۸	یَا اَمَانَ الْخَائِفِیْنَ	اے خوفزدوں کو پناہ دینے والے
۱۹	یَا خَیْرَ النَّاصِرِیْنَ	اے بہترین مددگار
۲۰	یَا دَلِیْلَ الْمُتَحَیِّرِیْنَ	اے حیرانوں کے رہنما
۲۱	یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ اَغِثْنَا	اے غم زدوں کو خوش کرنے والے
۲۲	یَا مُفَرِّحَ الْمَحْزُوْنِیْنَ	اے غم زدوں کو خوش کرنے والے
۲۳	رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ	اے اللہ میں ہار گیا ہوں میری مدد فرما
۲۴	یَا اللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ	اے اللہ اے مہربانی فرمانے والے اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربانی فرمانے والے
۲۵	سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ	پاک ہے اللہ اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا اور اللہ بہت بڑا ہے اور نہیں ہے کوئی طاقت اور قوت مگر اللہ کی جو بلند اور عظمت والا ہے
۲۶	اَللّٰھُمَّ اسْتُرْنِیْ بِسِتْرِکَ الْجَمِیْلِ، درود شریف سو بار	اے اللہ مجھے اپنے خوبصورت پردے سے ڈھانپ لے

اٰمین
الٰہی قبول فرما

شجرہ شریف

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ
اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ

اے خدا اکرم اپنی کبریائی کے لئے — اور رسولِ پاک کی خیر الورائی کے لئے
بخش دے سب کی خطائیں انبیاء کے واسطے — خواجگانِ نقشبنداں باخدا کے واسطے
گو نہیں ہم لائق دیدار اے ربِ غفور — ان بزرگوں کا وسیلہ لائے ہیں تیرے حضور
حضرت صدیق اکبر یارِ غار مصطفٰے — حضرت سلمان فارسی عاشق شاہِ ہدیٰ
حضرت قاسم و حضرت جعفر صادق امام — بایزید برگزیدہ بوالحسن شاہ انام
بوعلی فارمدی اور یوسف ہمدانوی — عبدالخالق عبد دوانی عارف ریوگری
خواجہ محمود فغنان شاہ عزیزاں باکمال — حضرت بابا سماسی حضرت میر کلال
آفتابِ نقشبنداں شاہ بہاؤ الدین سخی — حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار ولی
شاہ یعقوب و عبید اللہ احرار زماں — شاہ زاہد اور درویش محمد والا شاں
خواجہ امکنگی حضرت باقی باللہ باخبر — قطبِ سرہندی مجدد الف ثانی نامور
خواجہ معصوم حضرت حجۃ اللہ باصفا — شاہ زبیر و خواجہ اشرف محمد پارسا
شاہ جمال اللہ اور عیسیٰ محمد اولیاء — خواجہ فیض اللہ اور نور محمد باوفا
کرم یا فقیر محمد صاحب جنت نشاں — نور جن کا میرے مرشد کی جبیں میں تھا عیاں
وہ سخی ابن سخی وہ صاحب لطف عمیم — ہادی دارین حضرت حافظ عبد الکریم
رحم فرما طفیل ہادی دین مبین! — صاحب نور بصیرت خواجہ نواب الدین
جن کا سینہ دولت توحید کا گنجینہ ہے — قلب صافی ان کا حسن طور کا آئینہ ہے
جن کی پیشانی کتاب اللہ کی تفسیر ہے — جن کی آہیں خودی میں گرمی شبیر ہے
آج دنیا جس کے لیوں میں نہایت محو ہے — ہے نہیں نوبخت شانی اولیاء ان کا خطاب
از طفیل حضرت معصوم سن لے التجا — منزل مقصود تک ہم کو پہنچا دے اے خدا
چہرہ انوار دیکھو نور کی تفسیر ہے — ہر طرف پھیلا اجالا حسن کی تطہیر ہے
خوب جانے وہ شریعت اور طریقت کے رموز — رات دن ہو تابع اسرار حقیقت کا ظہور
ان کے صدقے میں ہو حاجز دو جہاں میں سرخرو — ہو قرآن کی سب دنیا و دین میں آبرو
جان ہو میری تصدق کیسا پیارا نام — ہر طرف دنیا میں جاری ان کا فیض عام
خواجگان نقشبندی کی محبت کر عطا — حشر مجھ کو بھی خداوندا انہی کے ساتھ اٹھا
یا الٰہی سب دعائیں لطف سے مقبول ہو — جب چھٹے دنیا سے تیری یاد میں مشغول ہو
دور ہم سے سب خدایا از خیال غیر ہو — تیری الفت اور رضا میں خاتمہ بالخیر ہو

ہر دو ختم خواجگان کی دعا جو قبلہ حضرت صاحب مدظلہ کا معمول ہے وہ حسب ذیل ہے

دعاء یا اللہ پاک اس ختم خواجگان دا ثواب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دی خدمت دے وچ ہدیہ پیش کیتا جاندا اے آپ دی طفیل جمیع الانبیاء، شہداء، صالحین، نقشبندیہ، سہروردیہ، چشتیہ، قادریہ، اولیسیہ خانداناں دے بزرگاں دیاں روحاں نوں پہنچاویں، جمیع المومنین، جمیع المومنات، جمیع المسلمین، جمیع المسلمات جو مسلمان مرد، جن، عورت ہو گزرے نے جو ہین جو ہوون گے سب دیاں روحاں نوں پہنچاویں۔ یا اللہ اس دی برکت دے نال کل مشکلاں آسان فرمائیں یا اللہ شرِ شیطان شرِ ظالماں تھیں محفوظ رکھیں شرِ نفس شرِ دنیا تھیں محفوظ رکھیں یا اللہ غیراں دے دروازے تھیں ہٹا کے اپنے ہی دروازے تے کھڑا رکھیں۔ یا اللہ جو دوست حاضر ہین، جو غائب ہین ساریاں نے اپنی منزل مقصود تے پہنچائیں۔ یا اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دی امت دی اصلاح فرمائیں اے مولا کریم اس بستی دے لوکاں نوں نیک فرمائیں۔ یا اللہ جو دوست دعائیں کراندے نے، خط لکھدے، فی اللہ خدمت کردے نے اور دور دراز تھیں سفر کر کے تیری رضا دے واسطے آندے نے اور جاندے نے ساریاں نوں ظاہری باطنی مالا مال فرمائیں!

اُنْصُرْنَا فَاِنَّکَ خَیْرُ النَّاصِرِیْنَ وَافْتَحْ لَنَا فَاِنَّکَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ وَاغْفِرْ لَنَا فَاِنَّکَ خَیْرُ الْغَافِرِیْنَ وَارْحَمْنَا فَاِنَّکَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ وَارْزُقْنَا فَاِنَّکَ خَیْرُ الرَّازِقِیْنَ وَاحْفَظْنَا فَاِنَّکَ خَیْرُ الْحَافِظِیْنَ وَاھْدِنَا وَنَجِّنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

marfat.com

IATA
APPROVED

Polani's

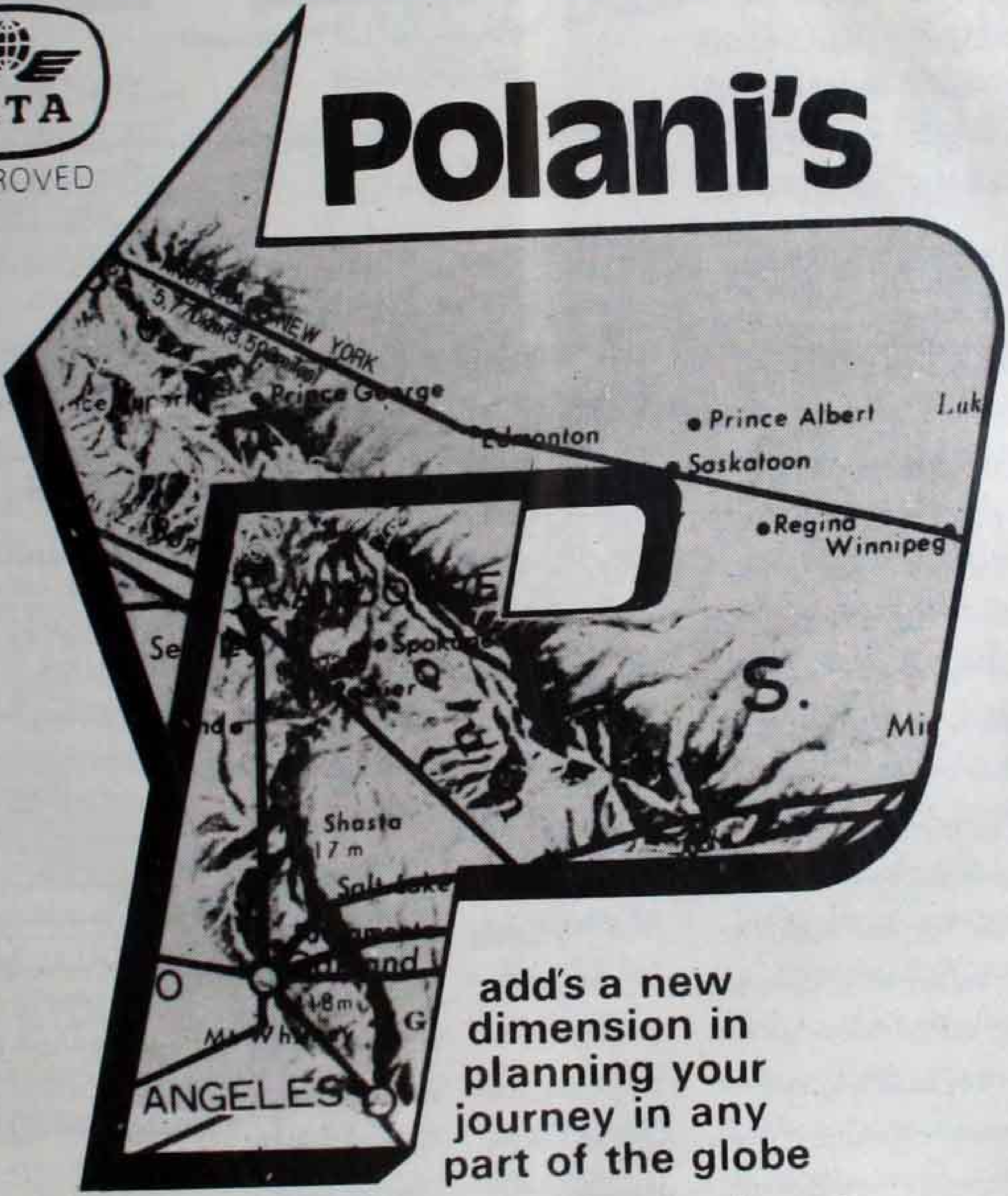

add's a new dimension in planning your journey in any part of the globe

Prompt Service -- Pleasant Journey

پولانی Polani's (PVT.) Ltd.

Travel Agent and Tour Operator

PATA

46-47 Sind Madresah-tul-Islam,
Behind Mohammadi House, Hasrat Mohani Road, Karachi.
Phones: 2416201 (3 lines) 2415669 Fax No. 92, 21, 241 9737
Direct: 2419054 Tlx: 24434 GAFAR PK & 23291 FAITH PK
CABLE: POLYFLY Govt. Licence No. 1061

TRAVEL AGENTS TAAP ASSOCIATION OF PAKISTAN

MASS-485-81